...اعلام کا اشاریہ بھی ہے، نقل و تصحیح میں مرتب سے بعض فروگذاشتیں بھی ہوگئی ہیں مگر اس سے اس کی قدر و قیمت
...ہیں پڑتا، اس اہم تذکرہ کو شائع کرکے مرتب اور ناشر نے ایک مفید علمی و ادبی خدمت انجام دی ہے۔

مفلسی میں آٹا گیلا۔ مرتبہ جناب عبدالمجیب سہالوی، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر
...صفحات ۷۰، مجلد مع گرد پوش، قیمت ۳ روپے، پتہ نسیم بکڈپو، لاٹوش روڈ، لکھنؤ۔

...عبدالمجیب سہالوی رکن قومی آواز خوش مذاق مزاحیہ نگار ہیں، یہ کتاب ان کے ۲۶ ہلکے پھلکے فکاہی مضامین کا مجموعہ
...اس میں انھوں نے سماج کے مختلف طبقوں کی روزمرہ کی زندگی کے واقعات و مسائل کے مضحک پہلوؤں
...رخ اور ظریفانہ انداز میں عکاسی کی ہے جس سے مصنف کی قوت مشاہدہ اور مصوری کی قدرت کے ساتھ
...ص و درد مندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے، وہ ایک مشاق صاحب قلم ہیں، اس لیے انداز بیان
...زبان نہایت شستہ و رفتہ ہے۔

"ض"

فارم ۱۷
(دیکھو رول نمبر ۸)
معارف پریس اعظم گڈھ

...شاعت ... ... دار المصنفین اعظم گڈھ
...شاعت ... ... ماہانہ
... ... صدیق احمد
... ... ہندوستانی
... ... دار المصنفین اعظم گڈھ
... ... "
... ... ہندوستانی
... ... دار المصنفین اعظم گڈھ
... ... شاہ معین الدین احمد ندوی
... ... ہندوستانی
... ... دار المصنفین اعظم گڈھ
...رسالہ " "

...دیق کرتا ہوں کہ جو معلومات اوپر دی گئی ہیں وہ میرے علم و یقین میں صحیح ہیں۔
صدیق احمد

جلد ۱۰۳ ماہ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۶۹ء عدد ۴

مضامین

مقالات

ادبیات

شذرات

ستان کا انقلاب مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی بلکہ بدبختی کا نمونہ ہے، دوسرے اسلامی ملکوں کو ان کے
ہاتھوں جو نقصان پہنچا ہے، اس انقلاب نے پاکستان کو اس سے کم نقصان نہیں پہنچایا، جنرل ایوب خاں
یاں ہوں گی، ورنہ انکے خلاف اتنا بڑا انقلاب نہ ہوتا، لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہی نے پاکستان کو
انقلاب سے نجات دلائی، اسکو استحکام بخشا، بیرونی دنیا میں اسکی ساکھ قائم کی اور مختلف حیثیتوں سے اسکو
ان ساری ترقیوں کو موجودہ انقلاب نے برباد کرکے رکھ دیا جس کی تلافی مدتوں میں ہو سکے گی، یحیی
تدبر ہے کہ فوجی جنرل ہوتے ہوئے ٹھنڈے دماغ سے کام لیا اور مخالفین کے بنیادی مطالبات
س سے بھی زیادہ کشت و خون ہوتا۔
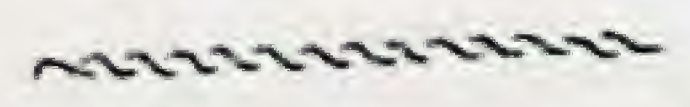
ے مخالفین نے عوام کے جذبات تو ابھار دیے لیکن ان کو قابو میں نہ رکھ سکے اور ان میں ایسا جو
ے پاکستان میں غدر کی کیفیت پیدا ہوگئی، خصوصاً مشرقی پاکستان کے ناعاقبت اندیش عوام
ائیوں پر ایسے وحشیانہ مظالم کئے جن سے روس اور فرانس کے انقلاب کی یاد تازہ
ذخیر اس امت کے ہاتھوں انجام پایا، جو ساری دنیا کے لیے امن و سلامتی کا پیام
جمہوریت اور سوشلزم کے علمبرداروں کو بھی اس کا اندازہ ہو گیا ہے کہ انھوں نے
ان کو بھڑکایا تھا، وہ پورے پاکستان کو جلا کر خاکستر کر دے گا، جمہوریت اور سوشلزم
ب خاں کی مخالفت تک محدود نہیں رہ گیا، بلکہ اس نے نسلی، جغرافی، لسانی ہر قسم
ر دوسرے فاسد عناصر کو ابھار دیا ہے، اگر ان سب کے مطالبات مان لیے جائیں تو پاکستان
ے گا۔

جمہوریت یعنی برطانوی طرز کی پارلیمانی حکومت اور سوشلزم تو خود یورپ کے سب ملکوں
اس کی شکلیں ہر ملک کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہیں، یہ نظام حکومت ان ہی ترقی یافتہ

ملکوں کے لیے مفید ہے جن کا سیاسی شعور پختہ ہے، ہندوستان اور پاکستان جیسے غیر تعلیم یافتہ
اور پسماندہ ملکوں کے لیے انتہائی مہلک ہے، اسی لیے یہ جمہوریت ایشیا کے کسی ملک میں بھی
کامیاب نہیں، ہندوستان میں اس کی کامیابی کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، مگر اسکی کامیابی
ملک کی موجودہ بدنظمی اور انتشار سے ظاہر ہے، اسی لیے اب ہندوستان کے بہت سے مفکرین
اس کے خلاف ہو رہے ہیں، اس ناکامی کا سبب یہ ہے کہ یورپ خصوصاً برطانیہ صدیوں کے
علم و تجربہ کے بعد جس منزل پر پہنچا ہے، ہندوستان و پاکستان چند برسوں میں وہاں تک پہنچنا
چاہتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ شیر خوار بچہ کو ثقیل غذائیں کھلائی جائیں، اس کا نتیجہ
ہلاکت کے سوا کیا نکل سکتا ہے، ہم اس جمہوریت اور سوشلزم کے خلاف نہیں ہیں، لیکن وہ پاکستان
جیسے نومولود ملک کے لیے قطعاً موزوں نہیں ہے، اس کے لیے محدود جمہوریت کے ساتھ اچھا
صدارتی نظام ہی مناسب ہے، پھر رفتہ رفتہ اسکو وسیع جمہوریت کی طرف بڑھایا جائے، ورنہ اسکے
جو تلخ نتائج ایک مرتبہ نکل چکے ہیں، وہی آئندہ بھی نکلیں گے، لیکن اگر پاکستان کی فلاح اسی
میں ہے تو بچشم ما روشن دل ما شاد۔
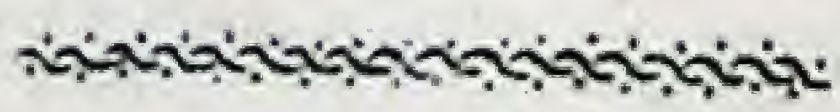
لطف یہ ہے کہ اس جمہوریت اور سوشلزم کو اسلام کے لباس میں پیش کیا جاتا ہے جو سراسر فریب ہے،
اسلام کا اپنا مستقل نظام ہے، جو ان سب سے مختلف ان کی خرابیوں سے پاک لیکن انکے صالح عناصر کا جامع ہے،
اس معنی میں اسلام کا نظام بلاشبہ جمہوری ہے کہ اس میں مطلق العنان آمریت نہیں، اور امیر یا حکمراں کے
انتخاب اور دوسرے اہم معاملات میں اصحاب رائے کا مشورہ ضروری ہے، لیکن بالغ رائے دہندگی نہیں،
اسی طرح ملکی حقوق میں ملک کے سارے باشندے برابر ہیں، لیکن اشخاص کے لیے جائز طریقوں سے حصول
دولت پر کوئی پابندی نہیں، اور مذہب کے مقرر کردہ صدقات اور حکومت کے عائد کردہ ٹیکس کی ادائیگی
کے بعد ہر شخص اپنی دولت کا مالک رہے گا، وہ حکومت کی ملک نہیں بن سکتی، درحقیقت اسلام کا
مالی اور معاشی نظام اتنا موزوں ہے اور اس نے دولت مندوں پر اتنے فرائض عائد کر دیے ہیں کہ
اگر ان سب پر عمل کیا جائے تو ملک میں نہ مفرط سرمایہ داری پیدا ہو سکتی ہے اور نہ غربت و افلاس، حیرت ان علماء پر ہے
جو اسلامی نظام کی دعوت کے باوجود ان ہی گمراہ کن اصطلاحوں کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔

ں وقت ساری دنیا میں کمیونزم، جمہوریت اور سرمایہ داری کی ٹکر ہے، اور ان میں ہر فریق
فریقہ میں اپنا اثر قائم کرنے کیلئے انقلاب برپا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، پاکستان کا انقلاب بھی
لی نہیں ہے، مشرقی پاکستان میں تو کمیونزم کے اثرات بالکل نمایاں ہیں، وہاں مہاجرین کے خلاف
پیدا ہو گیا ہے، یہ کس قدر شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ ہندوستان میں جہاں دینی اخوت
نہیں، شرنارتھی اپنے پرانے وطن کی طرح سکون اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، اور
س کی بنیاد اسلام کے نام پر قائم ہوئی ہے، ان دینی بھائیوں کو جن کی قربانیوں کے بدولت
غیر سمجھا جاتا ہے، اس سے زیادہ افسوسناک بات تصور میں نہیں آسکتی۔

ن میں نسلی اعتبار سے مختلف قومیں آباد ہیں، جن کی زبانیں بھی مختلف ہیں، ان میں
صرف اسلام ہے، اگر یہ رشتہ ٹوٹا تو پھر اس کو کوئی قوت انتشار سے نہیں بچا سکتی،
نے اس کی اہمیت اور زیادہ واضح کر دی ہے، اس وقت پاکستان میں نہ صرف ہر
بلکہ ہر طبقہ مطالبات کی ایک طویل فہرست لیکر کھڑا ہو گیا ہے، اگر ان کو مان لیا جائے
ڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور وہ سیاسی حیثیت سے دوالیہ ہو جائیگا، اسکی بقا و استحکام
ہ وحدت اور ایک مضبوط مرکزی حکومت پر موقوف ہے، لیکن اسی کے ساتھ صوبوں
پاکستان کی جائز شکایتوں کا ازالہ بھی ضروری ہے، اور ایسا حل نکالنے کی ضرورت
ستان کی وحدت بھی قائم رہے اور صوبوں کی شکایتیں بھی دور ہو جائیں،
اپنے مطالبات پر اڑا رہا تو پاکستان کی تباہی کے سوا کوئی دوسرا نتیجہ نہیں
ی پاکستان تو یقیناً کمیونزم کی گود میں چلا جائے گا اور اس کے نتائج کا احساس
گا جب اس کی تلافی کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی، اس لیے اس وقت
ین اور جمہوریت و سوشلزم کے علمبرداروں کے تدبر کا سب سے بڑا امتحان ہے،
خدا ان کو اپنا بھلا برا سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور پاکستان کو ہر گزندے

مقالات

غالب

۱۷۹۷ء — ۱۸۶۹ء

مدح و قدح کی روشنی میں

از سید صباح الدین عبدالرحمن

(۳)

غالب و حسرت موہانی | حسرت نے غالب کے درمیانی دور کے اشعار میں "ان کے فارسی الفاظ اور ترکیبوں کو اردو کے ساتھ بندوبست اور ہنر کے ساتھ ملانے" کی داد دی ہے، مثلاً

نپش سے میری وقف کشمکش ہر تار بستر ہے — مرا سر رنج بالیں ہے مرا تن بار بستر ہے

خوشا اقبال رنجوری عیادت کو تم آئے ہو — فروغ شمع بالیں طالع بیدار بستر ہے

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست — ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

لیکن اسی کے ساتھ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہر جگہ یہ ہنر مستحق ستائش نہیں، مثلاً

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا

یہاں مرغوب آیا فارسی کا تتبع ہے،

اگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر

تماشا کر بھی تماشا کردن سے لیا گیا ہے،

نوحسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا — بہ مہر صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا

اس میں رسوا بے وفائی کا ترجمہ ہے رسوائے بے وفائی کا۔

...ت کا خیال ہے کہ فصاحت اور بلاغت کی خوبی کے لحاظ سے حسبِ ذیل اشعار میں
...تی ہے اس سے بہتر مثال ذہن میں نہیں آتی،

...ں اہلِ سخن کی آزمائش ہے — چمن میں خوش نوایانِ چمن کی آزمائش ہے
...و زنار کے پھندے میں گیرائی — وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے

....

...نگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق — نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

....

...وں نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی

...کے سہل ممتنع کے بڑے مداح ہیں، اور ان کو حسبِ ذیل اشعار میں سادگی اور
...ا نظر آتا ہے

...ان تجھے ہوا کیا ہے — آخر اس درد کی دوا کیا ہے
...شتاق اور وہ بیزار — یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
...نا کہ کچھ نہیں غالب — مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

...لا ہو جو کچھ ہو — کاش کہ تم مرے لیے ہوتے

...نی ہی اٹھ گئی غالب — کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

...لب بلائیں سب تمام — ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

...سلیم کی خو ڈالیں گے — بے نیازی تری عادت ہی سہی
...نے تعلق ہم سے — کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

...خیال صحیح ہے کہ یہ اشعار مقبولِ انام ہو کر ضرب المثل کے درجہ تک پہنچ چکے ہیں،

ان کی یہ بھی رائے ہے کہ جذباتِ انسانی کی جیسی سچی تصویر مرزا نے بصورتِ اشعار پیش کی ہے، اس کا جواب میر کے بعد کسی دوسرے شاعر کے کلام میں مشکل سے دستیاب ہو سکے گا، اور ان کے بعض اشعار کے اجمال میں سلسلۂ خیالات و جذبات کی ایسی تفصیل پنہاں ہے جن کی تشریح کے لیے دفتر بھی ناکافی ہے، مثلاً

کس منہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا — پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں
ہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے — تکلف برطرف، تھا اک اندازِ جنوں وہ بھی
عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب — دل کا کیا حال کروں خونِ جگر ہونے تک
بس ہجومِ ناامیدی خاک میں مل جائے گی — وہ جو اک لذت ہماری سعیٔ بے حاصل میں ہے

اس قسم کے اور اشعار کے متعلق حسرت کا خیال ہے کہ ان میں جذبہ نگاری کا وہ کمال ہے کہ جس کی مثال ایشیائی شاعری تو کیا مغربی شاعری میں بھی بدقت دستیاب ہو گی،

اس کے بعد وہ غالب کے اُن اشعار کی مثالیں دیتے ہیں جن میں نزاکتِ معنی پائی جاتی ہے اور ان کی تعریف یہ لکھ کر کرتے ہیں کہ ان کو جب پڑھیے گا نیا سرور حاصل ہو گا، اور جے بار دیکھیے گا دست مضمون اور نزاکتِ معنی کی کیفیتوں کو نئی اور پہلے سے بہتر صورت میں جلوہ گر پائیے گا، ایسے اشعار کی دو تین مثالیں یہ ہیں:

کہتے ہو: دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا — دل کہاں کہ گم کیجیے، ہم نے مدعا پایا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا — اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی — منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

وہ غالب کی اور دوسری خصوصیات یہ بتاتے ہیں کہ استعاروں کی ندرت، تشبیہوں کی تازگی اور اشاروں کی نزاکت و لطافت کی مثالوں سے مرزا کا دیوان بھرا پڑا ہے، عامیانہ مذاق

...بازاری الفاظ، فحش اور ہجو سے انکا کلام بالکل پاک ہے، انکے خیالات میں متانت اور شائستگی کی ایسی شان
...جس کی مثال شعرائے قدیم کے کلام میں ناپید ہے، اور متاخرین شعرائے دہلی کے کلام میں کمیاب۔
...ت مدحت طرازیوں کے بعد حسرت کی نظر غالب کے کلام کے معائب کی طرف بھی اٹھی ہے، اسی لئے
...ان کے دیوان میں ایسے اشعار اور الفاظ بھی موجود ہیں جن پر مذاق صحیح اور زبان صحیح
...جانب سے اعتراض وارد ہو سکتے ہیں، جن اشعار پر حسرت کو اعتراض ہے وہ پہلے
...اعتراضات ذیل میں درج ہیں :۔

...ں گذرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے ۔۔۔ کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

...نے میں بو د او ل ناکام بہت ہے ۔۔۔ یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام بہت ہے

...ں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے ۔۔۔ مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے

...ے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا ۔۔۔ کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

...ے ہاتھوں کو کر رکھتے ہیں کشاکش میں ۔۔۔ کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو

...ہے جو کہ سایۂ دیوار یار میں ۔۔۔ فرماں روائے کشور ہندوستان ہے

...ں کو پہلے ہی ناز و ادا سے نہ بیٹھے ۔۔۔ ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

...ر کہ ہو وے مدعی کا ہم سفر غالب ۔۔۔ وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

...گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے ۔۔۔ داغ دل بے درد نظرگاہ حیا ہے

...ب طوفاں صدائے آب ہے ۔۔۔ نقش پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

...حشت کدہ ہے کس کی چشم مست کا ۔۔۔ شیشے میں نبض پری پنہاں ہے موج بادہ سے

...ہوں کہ اگر جی میں کبھی غور کروں ۔۔۔ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

...شعر کا مذاق مرزا کی شان شاعری سے بالکل خلاف ہے، جو عام طور سے عامیانہ خیالات

اور الفاظ سے پاک ہے، (۲، ۳، ۴) بود ا، معجون اور کریدتے ہو نہایت ناگوار اور ثقیل الفاظ ہیں، (۵) جاناں کا دامن نہایت غیر فصیح واقع ہوا ہے، (۶) کشور ہندوستان کی فارسی ترکیب میں اعلان نون غلط ہے (۷) "تقاضے کا" کی جگہ "تقاضا کا" بالکل بے قاعدہ اور محض بضرورت قافیہ استعمال کیا گیا ہے (۸، ۹) دونوں شعروں میں نہیں کی جگہ نہ غلط آیا ہے۔ (۱۰، ۱۱) دونوں شعروں پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قافیہ بادہ اور جادہ ہے، لیکن پہلے شعر میں اردو ترکیب کے اعتبار سے جادے سے چاہیے نہ کہ جادہ سے، اس لیے قافیہ غلط ٹھہرتا، (۱۲) قاعدہ کی رو سے "مجھے" کے بعد اپنی اوقات سے آنا چاہیے تھا، لیکن مرزا نے خلاف قاعدہ "مجھے میری اوقات سے نفرت ہے" نظم کر دیا ہے۔

آخر میں حسرت لکھتے ہیں کہ زبان کے معاملہ میں غالب کے دہلوی ہم عصروں میں سے استاد ذوق سب سے زیادہ محتاط ہیں اور اسی لحاظ سے ہمارے نزدیک اگر بحیثیت مجموعی غالب، ذوق و مومن سے افضل ہیں لیکن صرف اردو شاعری کے لحاظ سے ذوق کا درجہ غالب سے اور غالب کا مرتبہ مومن سے بلند ہے"۔ غالب کے موجودہ دور کے پرستار ذوق کو غالب پر کسی قسم کی فضیلت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، لیکن حسرت کے اس بیان سے محمد حسین آزاد کی روح ضرور خوش ہوگئی ہوگی۔

حسرت نے غالب کے عارفانہ اشعار کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے، ان کی شرح میں صرف ان کے سیدھے سادے معنے لکھ دیے ہیں، غالب کے صوفیانہ اشعار میں یہ شعر بہت مشہور ہے:

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے ۔۔۔ حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

اس کا مطلب حسرت نے صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کیا ہے "کیونکہ مشاہدہ شاہد و مشہود کے وجود کو علٰحدہ علٰحدہ چاہتا ہے"، اسی طرح غالب کا یہ شعر بھی بہت مشہور ہے:

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں ۔۔۔ ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خودبیں

حسرت نے اس شعر کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مسئلۂ وحدت وجود کی بنا پر کہتا ہے کہ دنیا کی ہر شے
ہ حق نمودار ہے، اگر اس کو اپنا جلوہ خود دیکھنا منظور نہ ہوتا تو کوئی چیز ظہور میں نہ آتی۔" کہتا ہے
ہر ہوتا ہے کہ غالب نے ایک مسئلہ کو اپنے شعر میں بیان کر دیا، ورنہ ان کا شاید مسلک نہ تھا۔
حسرت نے اپنی شرح کے متعلق لکھا ہے کہ ادائے مطالب اشعار میں سب سے زیادہ لحاظ اختصا
گی کا رکھا گیا ہے یعنی جہاں تک ہو سکا ہے شعر کا صرف ایک مفہوم مختصر عبارت میں صاف صاف
ہے ...... مبتدیوں کے لیے یہ اختصار شاید نامناسب ثابت ہو لیکن راقم نے محض
ں کے خیال سے کتاب کی طوالت کو جائز نہ رکھا" (دیباچہ ص ۲)۔ بعض اہل نظر کو اس
اختصار اور دوسرے شارحوں کی طوالت سے زیادہ پسند آیا ہے۔

م اثر اور غالب امداد امام اثر کا شمار بہار کی بڑی ممتاز اور برگزیدہ شخصیتوں میں ہوتا ہے؛
و بیٹوں سر علی امام اور حسن امام نے ہندوستان میں بڑی شہرت حاصل کی، خوش نصیب
نے ساتھ بڑا اچھا علمی و ادبی ذوق بھی رکھتے تھے، شاد عظیم آبادی کے معاصر تھے، بہار میں
ں شاعر کی حیثیت سے شاد عظیم آبادی نے بڑی مقبولیت حاصل کی، اور نقاد کی حیثیت
امام اثر بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، انھوں نے اور تصانیف کے علاوہ کاشف
جلدوں میں قلمبند کی، اس میں فارسی اور اردو شاعری کی مختلف اصناف پر بڑا اچھا تبصرہ
ش نظر اس کا جو نسخہ ہے، اس سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کب لکھی اور چھاپی گئی، غالباً ۱۹۱۱ء
شائع ہوئی، اس کے حوالے اردو شعر و شاعری پر لکھنے والے ارباب فن اب بھی دیتے
ں مصنف نے غالب کی فارسی اور اردو شاعری دونوں پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے؛
ں فارسی شاعری کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے ہیں، گذشتہ صفحات میں ذکر آیا ہے کہ
لب کی غزل کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ نظیری کی غزل کی طرح ہے، اس میں جو نغز گوئی

اور نادرہ سنجی ہے، وہ خاص ان ہی کا حصہ ہے، سر سید تو یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ دیوان حافظ
ان کی لسان الغیبی کے عہد میں دلوں سے فراموش ہے، حالی کا خیال ہے کہ وہ غزل میں عرفی
اور نظیری کے رنگ بجاگ ہیں لیکن امداد امام اثر نے غالب کی فارسی شاعری کے متعلق ان
سب سے الگ کچھ اور ہی رائے قائم کی ہے جس سے غالب کے پرستار غالباً اتفاق نہ کرینگے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ غالب کو فارسی کی معلومات بہت ہے، اور شاعری کا مادہ بھی بہت رکھتے تھے، مگر ان کی فارسی کی غزل سرائی، غزل سرائی کا حکم نہیں رکھتی ہے، جس غزل کو دیکھیے اس سے ان کی مضمون آفرینی، خلاقی سخن، بلند پردازی، نازک خیالی، زور آوری وغیرہ عیاں ہے، مگر ان کی تمام فارسی غزلوں میں صرف دس پانچ ہی شعر ہوں گے جو غزلیت کا لطف رکھتے ہوں گے، ورنہ دیوان کا دیوان حسن مقبولیت سے خالی نظر پڑتا ہے، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ استعارات وغیرہ سے بہت کام لیتے ہیں، جو بھی غزل گوئی کی شان سے بہت بعید ہے،...... ان کی غزلوں کے اشعار بیشتر قصیدہ نما معلوم ہوتے ہیں، اور کچھ ایسی خاص ترکیب رکھتے ہیں کہ ان سے وہ حظ نصیب نہیں ہوتا ہے جو غزل سرائی کا تقاضا ہے"۔

اسی سلسلہ میں وہ غالب کی ایک غزل نقل کرتے ہیں جس کا مطلع یہ ہے:

لعل تو خستۂ اثر التماس کیست   بخت من از تو شکوہ گزار سپاس کیست

اس کے متعلق کہتے ہیں کہ غزل کی غزل پڑھ جائیے کسی شعر یا مصرع میں اتنی قوت نہیں ہے
کہ تڑپا دے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاص ترکیب میں ایسے نازک مضامین موزوں کیے گئے ہیں کہ
ان کو دل آویزی سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اس بے تاثیری کی وجہ یہ ہے کہ ان اشعار میں
کوئی مضمون ایسا نہیں باندھا گیا ہے جو انسان کے کسی بڑے معاملۂ قلبی سے خبر دیتا ہو اور کوئی

بیان بھی ہوا ہے تو تبعیت فطرت سے علیحدہ ہوکر اور ایسی ترکیب زبان کے ساتھ کہ جو
ت اور دشوار صورت ہے۔ ایسا کلام ضرب المثل کی تاثیر نہیں پیدا کرسکتا ہے، اور نہ ایسے
ھنے والے کے ذہن میں ہمیشہ موجود رہ سکتے ہیں، جتنے غیر فطری اشعار ہیں ان کا یہی حال
فوراً پڑھنے کے بعد یاد سے جاتے رہتے ہیں۔

کے بعد وہ حافظ اور سعدی کی دو غزلوں کا موازنہ غالب کی غزلوں سے کرتے ہیں،
کے اشعار کو بے لطف اور بے مزا قرار دیتے ہیں (کاشف الحقائق ج ۲ ص ۱۰۔۹۴)

دا امام اثر کی نظر غالب کی اردو شاعری کے معائب اور محاسن دونوں طرف اٹھی ہے،
ب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "غالب کی غزل سرائی میں میر کی جھلک نمایاں ہے
دات قلبیہ اور امور ذہنیہ کے مضامین غالب قریب قریب میر صاحب کی پیروی
ذہ جاتے ہیں، مگر حالت یہ ہے کہ ان کے مختصر دیوان میں بہت کم شعر ہیں جو میر صاحب
لام کا لطف دکھاتے ہیں، زیادہ حصہ ان کے کلام کا استعارات سے بھرا ہوا ہے۔
ں وہ بھرمار ہے کہ بعض وقت جی گھبرا اٹھتا ہے کہ الٰہی اضافتوں کا سلسلہ کب ختم ہوگا،
کی وہ کثرت دیکھی جاتی ہے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اردو کے اشعار زیر نظر ہیں یا فارسی کے،
کے علاوہ کبھی کبھی اغلاق مضامین کا وہ عالم دکھائی دیتا ہے کہ ادراک اپنے فعل میں
تا ہے۔ بلاشبہ ان کے ایسے کلام کوئی لطف غزلیت نہیں رکھتے۔" (ص ۲۵۔۱۲۴)

کے بعد انھوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ غالب کے دیوان کا جدید انتخاب کیا جائے اور
شعار دیوان سے خارج کر دیے جائیں، لیکن غالب کے پرستار اس مشورہ کو قبول کرنے
الب کے ان تمام مغلق اشعار کو بھی اب ان کے دیوان میں شامل کر رہے ہیں جو خود انھوں نے
ال دیے تھے۔

امداد امام اثر کا قلم غالب کے محاسن کو بیان کرنے میں بہت رواں ہوگیا ہے۔ ان کے معائب دکھانے کے بعد رقمطراز ہیں کہ ان معائب سے گزر کر اگر اس یکتائے روزگار کے کلام کو انصاف کی نگاہ سے دیکھیے تو پھر حسن کی کوئی انتہا بھی نظر نہیں آتی، واقعی جو سوز، گداز، خستگی، درد، برجستگی، نشتریت، بلند پروازی، نازک خیالی، تمکنت، متانت، جلالت، تہذیب، شوخی، غالب کے کلام میں ہے، باستثنائے درد و میر کسی استاد کے کلام میں نہیں پائی جاتی ہے۔ نشتریت تو اس غضب کی ہے کہ میر صاحب کے کلام میں بھی اس سے زیادہ نہ ہوگی، پرتاثیری کا کیا کہنا، دل بے اختیار چلا اٹھتا ہے کہ غزل سرائی اسے کہتے ہیں، شوخی کا وہ عالم ہے کہ طبیعت بے چین ہوئی جاتی ہے، عالی مذاقی روح کو عالم بالا کی سیر دکھاتی ہے، واردات قلبیہ مضامین کی خوبی، جذباتی معاملات کے تماشے پیش نظر کر دیتی ہے، اور مختصر یہ کہ حضرت کے کمالات گوناگوں کا وہی قائل نہ ہوگا جسے قلبی نعمتوں سے فطرت نے محروم رکھا ہے۔"

اپنے ان خیالات کی تائید میں غالب کی بارہ غزلیں نقل کی ہیں جس کے بعد یہ لکھا ہے کہ فقیر کی دانست میں اگر کوئی شاعر اپنی تمام عمر میں صرف ایسی بارہ غزلیں تصنیف کرے تو اسے صاحب دیوان ضخیم ہونے کی حاجت نہیں ہے، اس مدح سرائی کے باوجود انکی رائے ہے کہ غزل سرائی میں میر اور درد غالب سے بہتر تھے، کہتے ہیں کہ اگر غالب درد یا میر تک اس صنف شاعری میں نہیں پہنچتے ہیں تو ان دونوں استادوں کے بعد ان ہی کا درجہ ہے، واقعی یہ استثنائے خواجہ و میر کسی کی غزل سرائی ایسی دیکھی نہیں جاتی ہے، جو دل کو ہلا دے۔" (کاشف الحقائق جلد دوم ص ۱۲۳)

اسی کتاب میں امداد امام اثر نے غالب اور ذوق کے سہرے کا موازنہ بھی کیا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ غالب کا سہرا ان کے مذاق غزل گوئی کا رنگ رکھتا ہے، اور سہرے کے اعتبار

سہرے کے تقاضے کے مطابق نہیں ہے، برخلاف اس کے ذوق کا سہرا اتمام بر
سہرے کو ہونا چاہیے، حضرت غالب مضمون آوری کے کاربند ہوتے ہیں، سہرے میں
ن آوری کی کوئی حاجت نہیں ہے، استاد ذوق نے معمولی مضامین کو شاعری کی
ے اس طرح موزوں فرمایا ہے کہ ہر خاص و عام کو پسند آیا، جاننا چاہئے کہ سہرا کوئی ایسی صنف
ہے کہ جس میں داخلی مضامین دقیق اور نازک انداز کے باندھے جائیں، اس میں اس
ن کو دخل دینا سہرے کے تقاضے کے خلاف عائل ہوتا ہے، کوئی شک نہیں کہ جب
گیا ہوگا تو حضار محفل کو بہت لطف حاصل ہوا ہوگا۔

ذ کے ساتھ امداد امام اثر نے یہ بھی لکھا ہے کہ غالب کا قطعۂ معذرت ایسا ہے کہ ان کے
د اس کے لکھنے کی نوبت آتی تو اس کا میابی کے ساتھ قادر نہ ہوتے، اس کی وجہ یہ کہ
ین کی بندش پر قدرت نہیں رکھتے تھے، اور اگر رکھتے ہوتے تو غزل سرائی اسی
، جیساکہ درد، میر، مومن اور غالب وغیرہ کر گئے ہیں۔ (کاشف الحقائق جلد دوم
)

ت ہی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہے، محمد حسین آزاد کی روح خوش ہو گئی ہوگی،
ا سہرا غالب کے سہرے سے زیادہ بہتر قرار دیا گیا، غالب اور ذوق کے سہروں
د و شعر و ادب کی ایک بڑی لذیذ حکایت ہے، محمد حسین آزاد نے اسکو بہت ہی
لکھا ہے جس سے ان پر یہ الزام بھی عائد ہو گیا ہے کہ انھوں نے غالب کو اپنے استاد
ہے لیکن پوری تفصیل لکھنے میں آزاد نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی ہو جس سے غالب
گا
ہو، البتہ واقعہ کی ترتیب ایسی ضرور ہے جس سے غالب کا سہرا کمتر درجہ کا نظر آئے
ذوق پر جو چوٹ کی تھی اسکی کسک آزاد کیسے نہ محسوس کرتے، غالب یہ کہنے کو تو کہہ گئے

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں   دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

اور جب ذوق نے بہتر سہرا کہہ کر دکھایا اور غالب کو مخاطب کر کے کہا

جس کو دعوی ہو سخن کا یہ سنادے اسکو   دیکھ اس طرح کہتے ہیں سخنور سہرا

تو غالب یہ کہنے پر مجبور ہوئے

استاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال   یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات   مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ   سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ   کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

سچ بولنے کے دعویٰ کے باوجود غالب نے یہ سچ نہیں کہا کہ ان کو استاد شہ یعنی ذوق سے پرخاش
بھی، انھوں نے اپنے ایک فارسی قطعہ میں ذوق پر جو اوچھے وار کئے ہیں ان کو پڑھ کر کیسے کہا
جا سکتا ہے کہ ذوق سے ان کی چشمک عداوت کی حد تک نہ رہی، وہ ذوق کی پرگوئی کو محض
بانگ دہل اور اپنی شاعری کو نغمۂ چنگ سمجھتے رہے، اور جس شاعری کے جوہر پر ذوق کو فخر
رہا، اس کو وہ اپنی شاعری کا ننگ قرار دیا، اور ان کو فن کے لحاظ سے اپنا مد مقابل بھی نہیں سمجھا،
اسی ترنگ میں یہ کہہ گئے کہ ان کے "نقش ہائے رنگ رنگ" ان کی فارسی شاعری میں دیکھے جا سکتے ہیں،
اردو شاعری تو ان کے لیے بے رنگ ہے اور جس زبان میں ذوق شاعری کرتے ہیں وہ ان کے لیے
تو باعث فخر ضرور ہے لیکن خود ان کے لیے ننگ ہے، پورا قطعہ یہ ہے:۔

اے کہ در بزم شہنشاہ سخن رس گفتہ،   کہ بہ پرگوئی فلاں در شعر ہم سنگ من است

راست گفتی لیک میدانی کہ نبود جائے طعن   کمتر از بانگ دہل گر نغمہ چنگ من است

نیست نقصان یک دو جز است از سواد ریختہ   کاں دو دم برگے ز نخلستان فرہنگ من است

...تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ — بگزار از مجموعۂ اردو کہ بے رنگ من است
...تا بہ بینی کاندر اقلیم خیال — مانی وارژنگم و آں نسخہ ارژنگ من است
...جوہر آئینہ تا باقیست زنگ — صیقلی آئینہ ام ایں جوہر آں زنگ من است
...فنی شہرہا است و آں داں کہ نیست — از تو نبود نغمہ و رسائے کہ در چنگ من است
...ہم زباں و ہم نوائے من نہ — چوں دلت رابیچ و تاب از شک آہنگ من است

راست می گویم من و از راست سر نتواں کشید
آنچہ در گفتار فخر تست آں ننگ من است

...قطعہ سے ظاہر ہے کہ ذوق نے غالب پر طنز کیا تھا کہ ان کے ریختہ کا کلام ایک دو جزء ...س کے جواب میں غالب نے جس تلخی کلام سے کام لیا ہے اس کے بعد ان کا یہ کہنا ...ہے کہ

...شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال — یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

...آزاد کی نظر سے یہ قطعہ ضرور گذرا ہوگا، اگر ان کو اپنے استاد کے حریف سے پرخاش ...ب کی بات نہیں لیکن جب غالب کی وفات ہوئی تو انھوں نے ان کی وفات پر ...ھا، اس میں زیادہ سے زیادہ خراج تحسین موجود ہے، وہ کہتے ہیں

...باغ بہلوی و دری — اسد اللہ غالب و نوشہ
...جان نواز و جانش پاک — نفسش، دلکش و دلش آگہ
...کان گوہر افکار — نظم و نثرش تمام نقد سرہ
...شیر بیشہ و معنی — صید مضموں شکار او جو برہ
...س خفا ظہوری را — اسدی در مقابلش روبہ

عنصری پیش او ست بے جوہر — عسجدی بردہ بر درش سجدہ
بعد سی بحرہائے سخن — فی المثل بیرزاہد سے نوشہ
رخت بربست چوں ز دار کہن — نظم مضمون شد ست آوارہ
جگر بحر آب شد بہ غمش — دل تقطیع گشت صد پارہ
از پے سال رحلتش آزاد — ہاتف غیب گفت و زد نعرہ
شدہ مغفور از خدائے غفور — کہ بود سال فوت او غفرہ

آزاد نے اس اجمال کی تفصیل (یعنی) آب حیات میں لکھی ہے جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے، اس قطعہ اور آب حیات کی تحریروں کو پڑھ کر آزاد کی اس اعلیٰ ظرفی کی داد دینی پڑے گی جو انھوں نے غالب کے معاملہ میں دکھائی ہے،

مولانا شبلی اور غالب مولانا شبلی میر انیس کے بڑے مداح رہے، جیسا کہ ان کی تصنیف موازنۂ انیس و دبیر سے ظاہر ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں کہ میر انیس کا کلام شاعری کے تمام اصناف کا بہتر سے بہتر نمونہ ہے (موازنہ ص ۱) لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اردو کے اور شاعروں کو قابل التفات نہیں سمجھتے تھے، وہ موازنہ کی تمہید میں لکھتے ہیں،

"فلسفہ اور شاعری برابر درجہ کی چیزیں ہیں، لیکن قوم کی بدمذاقی سے جس قسم کی شاعری نے ملک میں قبول عام حاصل کر لیا ہے، اس نے لوگوں کو یقین دلا دیا ہے کہ اردو شاعری میں زلف و خال و خط یا جھوٹی خوشامد اور مداحی کے سوا اور کچھ نہیں، میر تقی کی غزلیت، درد کا تصوف، غالب کا فلسفہ شاعری کی جان ہیں، لیکن ان بیش بہا خزانوں میں سے بھی عام لوگوں کی نگاہ صرف خزف ریزوں پر پڑتی ہے۔"

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ مولانا شبلی غالب کی شاعری کے فلسفہ کو اردو شاعری کی جان

بیش بہا خزانہ سمجھتے تھے، لیکن شاعری میں فلسفہ سے اُن کی جو مراد ہے وہ آجکل کے فلسفہ
طلاح سے مختلف ہے، وہ لکھتے ہیں کہ عالم میں جو کچھ موجود ہے، بلکہ کاروبارِ زندگی کی روزمرہ
اگر نگاہِ حقیقت سے دیکھی جائیں تو یہ سب فلسفہ ہیں (شعر العجم ج ۵ ص ۴۰۵) اگر کوئی شاعر
ری میں موثر انداز سے یہ پیش کرتا ہے کہ مذہبی جھگڑے کی اصل دنیوی اغراض ہوتے ہیں،
نا مقبولیت کا سبب ہے، انسان کو جو چیز حاصل نہیں ہوتی، اس پر وہ حسد کرتا ہے، اختلافات
موجودگی ہی میں انسان کی بقا اور ترقی ہے، عوام کے لیے آزادی مفید نہیں، ایک کا
سرے کا نقصان ہے، انسان کو خدا نے اختیار دیا ہے کہ وہ دو متناقض کاموں میں
م کو چاہے اختیار کرے، الخ الخ تو یہ سب مولانا شبلی کے خیال کے مطابق شاعری میں
تے ہیں، (شعر العجم ج ۵ ص ۲۰۶-۲۱۲) اس لحاظ سے غالب کی شاعری واقعی فلسفہ ہے اور
ری کی جان ہے۔

نا شبلی نے اپنے مکاتیب میں جا بجا غالب کے اردو اشعار کا سہارا بھی لیا ہے، شعر العجم
یں ایران کی فارسی قصیدہ نگاری پر جس رائے کا اظہار کیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ
کے اجتہاد، جدت اور خاص انداز کے معترف تھے شعر العجم کی پانچویں جلد غالباً ۱۹۱۲ء
لیکن ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی، اس میں فارسی شاعری کی قصیدہ نگاری پر تبصرہ
ے لکھتے ہیں کہ تکلف اور عیش پرستی بڑھی تو قصائد غزل بن کر رہ گئے، لیکن قاآنی
ر قدماء کا دور دوبارہ واپس آگیا، وہ قدماء کا ہمسر ہے اور اسی کے ساتھ جو قدرت
صفائی اور روانی اس کے کلام میں ہے، قدماء میں بھی نہیں، مولانا شبلی تحریر
، ایران کے اس انقلاب کی خبر ہندوستان کے فارسی شعراء کو نہ ہوئی، لیکن خود بخود
قلاب ہوا، مولانا شبلی کا خیال ہے کہ انیسویں صدی میں ہندوستان میں فارسی شاعری

میں اس انقلاب کے پیدا کرنے کا سہرا غالب ہی کے سر ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں :

شاعری کا مذاق جو ناصر علی وغیرہ کی بدولت سیکڑوں برس سے بگڑ چلا آتا تھا، درست ہو چلا،
مرزا غالب نے شاعری کا انداز بالکل بدل دیا، ابتدا میں وہ بھی بیدل کی پیروی کی وجہ سے
غلط راستہ پر پڑ گئے تھے، لیکن عرفی، طالب آملی، نظیری، کلیم کی پیروی نے ان کو سنبھالا،
چنانچہ دیوان فارسی کے خاتمہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے (شعر العجم ج ۵ ص ۲۱)
اور وہ غالب کو فارسی قصیدہ نگاری میں اساتذہ کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں،

"مرزا غالب نے قصیدہ میں متوسطین اور قدماء کی روش اختیار کی، گرچہ اکثر قصائد میں
متاخرین کی بدعتیں بلکہ خامیاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن اخیر اخیر میں سب کج پیچ نکل گئی
اور بالکل اساتذہ کا رنگ آگیا ہے، مثلاً یہ قصیدہ

بہ بینم غمزہ ہم ایں را ربائے ہم آں را	منم کہ بر دل و دیں خود اعتمادم ہست
بزن بہ باغ سراپردۂ سلیماں را	تراکہ ابر مطیع ست و باد فرماں بر

بہاریہ ادائی کے بعد مدح کی طرف کس خوبی سے گریز کی ہے

کر آورم بہ تماشا خدیو گیہاں را	تو باغ و راغ بیارائی خواجہ امن عناسن

پھر یہ مداحی یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی ہے، حالی نے غالب کی اور چینلٹ غیر معمولی ایچ
پیچ کی ترچھی چالیں، بلند نطرتی اور غیر معمولی قابلیت و استعداد کی تعریف کی ہے، ان ہی باتوں
کو مولانا شبلی نے ایجاز سے کام لے کر لکھا ہے،

مرزا غالب کی طبیعت میں نہایت شدت سے اجتہاد اور جدت کا مادہ تھا، اس لیے اگرچہ
قدماء کی پیروی کی وجہ سے نہایت احتیاط کرتے ہیں، تاہم اپنا خاص انداز بھی نہیں چھوڑتے،
مثلاً ایک قصیدہ میں لکھتے ہیں :

ک کویش خود پسند افتادہ درجذب سجود　　　سجدہ از بہر حرم نگذاشت درسیما من

مضمون صرف اس قدر ہے کہ میں حرم کے بجائے ممدوح کی خاک پر سجدہ کرتا ہوں، اس کو
رتے ہیں کہ خاک کو کی شکایت کرتے ہیں کہ نہایت مغرور اور خود پسند ہے، چنانچہ میری
ایک سجدہ بھی حرم کے لیے نہیں چھوڑا۔

در ثنائے دوست باشکم چہ کار　　　می روم از خویش تا گیرد عطار دجائے من

مجھ سے ممدوح کی تعریف ادا نہیں ہوسکتی، تو رشک سے کیا فائدہ، میں اس کام سے
بردار ہو جاتا ہوں کہ عطارد آکر اس کام کو انجام دے۔" (ص ۲۱ - ۲۲)

شبلی غالب کی شاعری پر جس میں فارسی اور اردو دونوں شامل ہیں، زیادہ تفصیلی
لیے نہ کر سکے کہ وہ یادگار غالب کے بعد اس کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ وہ
اد بھائی شیخ رشید الدین صاحب انصاری کو ایک مکتوب میں مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۰۷ء

غالب کے حالات وغیرہ مولوی حالی صاحب نے جس تفصیل سے لکھے ہیں، اس کے
د کتاب کی کیا ضرورت ہے۔" (مکاتیب شبلی جلد اول ص ۴۲۴)

یہ معنی ہیں کہ حالی نے غالب سے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس سے مولانا شبلی کو زیادہ سے زیادہ اتفاق
لی کی کتاب حیات جاوید سے وہ خوش نہ تھے، جناب مولانا حبیب الرحمن خاں
ب کو لکھتے ہیں "حیات جاوید کو میں لائف نہیں بلکہ کتاب المناقب سمجھتا ہوں،
س... مولانا (حالی) نے سید صاحب کی یک رخی تصویر دکھائی ہے،"
ج اول ص ۱۲۴ - ۱۲۴)

ادو غالب | مولانا ابو الکلام آزاد خود نابغۂ عصر تھے، اس لیے اردو شاعری

کی عبقری غالب کی طرف ان کا مائل ہونا ضروری تھا، وہ اپنی تقریروں اور تحریروں کی زینت غالب
کے اشعار سے بڑھاتے رہتے، جس سے خود غالب کے اشعار میں بھی عظمت آجاتی عتیق صدیقی صاحب نے
اپنی کتاب "غالب اور ابو الکلام" میں غالب کے وہ تمام اشعار جمع کر دیے ہیں جو مولانا آزاد نے
وقتاً فوقتاً استعمال کیے تھے، ایسے اشعار تقریباً سو ہیں، وہ الہلال اور البلاغ میں غالب کے بعض
غیر مطبوعہ کلام بھی شائع کرتے رہے، ۱۰ رجون ۱۹۱۴ء میں الہلال میں غالب کا ایک غیر مطبوعہ
قصیدہ چھپا جس کا مطلع یہ ہے،

کرتا ہے چرخ روز بصد گونہ احترام　　　فرماں روائے کشور پنجاب کو سلام

یہ قصیدہ پنجاب کے لفٹننٹ گورنر کے دربار کے موقع پر غالباً دسمبر ۱۸۶۶ء میں کہا گیا تھا،
یکم جولائی ۱۹۱۴ء کے الہلال میں غالب کی وہ غیر مطبوعہ غزل چھپی جس کا مطلع یہ ہے:

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں　　　میں دشتِ غم میں آہوئے صیاد دیدہ ہوں

۲۲ رجولائی ۱۹۱۴ء کے الہلال میں جو ایک غیر مطبوعہ قطعہ شائع کیا، اس کا مطلع یہ ہے،

شبِ وصال میں مونس گیا ہے بن تکیہ　　　ہوا ہے موجبِ آرامِ جان و تن تکیہ

پھر ۳ رمارچ ۱۹۱۶ء کے البلاغ میں ایک اور غیر مطبوعہ قصیدہ شائع ہوا، جو رامپور
کے نواب یوسف علی خاں کے غسل صحت کے موقع پر لکھا گیا تھا، اس کا مطلع یہ ہے:-

مرحبا سال فرخی آئین　　　عید شوال و ماہ فروردیں

یہ تمام غیر مطبوعہ کلام جناب عرشی رامپوری صاحب کے دیوان غالب اردو میں شامل کر لیے گئے
ہیں، غالب کے غیر مطبوعہ کلام سے زیادہ مولانا ابو الکلام آزاد کی وہ تحریر قابلِ مطالعہ ہے، جو
انھوں نے ۱۰ رجون ۱۹۱۴ء کے الہلال میں مذکورہ بالا قصیدہ کو شائع کرتے وقت اس کے
شروع میں لکھی، ان کی اس تحریر میں الہلال کے انشا پردازانہ رنگ کی پوری شان موجود ہے،

ہے کہ وہ اس میں غالب کی شاعری پر تبصرہ نہ کرسکے، اگر اُن کا سحر سامری سے بھرا ہوا
کی شاعری پر چل نکلتا تو اس کی حیثیت سحر حلال کی ہوجاتی لیکن اس تحریر سے ان کی
لی عقیدت کا اظہار ضرور ہوتا ہے، جو ان کو غالب سے تھی، اس میں وہ لکھتے ہیں:
لی ماروں میں حکیم (اجمل خاں صاحب) کے مکان کے سامنے مسجد ہے، بالکل اس
صل میرزا مرحوم کا مکان تھا، جہاں غدر کے پیشتر آرہے تھے، میں جب کبھی وہاں سے
ا ہوں تو شوق و عقیدت کی ایک نظر ڈال لیتا ہوں، اسی مسجد کے قرب کی نسبت کہا تھا:

مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنالیا ہے
یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

تحریریں ان کا انشا پردازانہ زور صرف اس کی وضاحت میں صرف ہوگیا ہے کہ وہ
ظفر اور انگریزوں کے لیے جو قصیدے لکھتے رہے، ان میں کون سے سوز دروں اور آتش پنہانی
ب ہوتی ہے، ان کی ان تحریروں میں غالب ہی کی شاعری کی شیوہ بیانی، نغز گوئی،
ن گستری کا لطف ملتا ہے، وہ پہلے غالب کے معاصر تیموری فرمانروا کی اہمیت جتانے
نی کرتے ہیں۔

کی تمام بربادیاں اور اس قلعۂ دہلی کی تمام خوں ریزیاں ان کی (غالب کی) آنکھوں
منے سے گذریں، جو ہندوستان میں شش صد سالہ حکومتِ اسلامی کا آخری نقش قدم
گو بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ خود کچھ نہ تھا، مگر اس سے بقائے عظمت و جبروت اسلامی کی
بہت بڑی زنجیر زندہ تھی، اس کے مٹنے سے اکبر و شاہ جہاں کا گھر بے چراغ ہوگیا،
اہ دراصل سلالۂ تیمور اور آل بابر کا منتہا تھا، معتصم عباسی خود کچھ نہ تھا، لیکن
تاریں بغداد کے محل لوٹے گئے تو معتصم کی جگہ ہارون و مامون کی عزت لٹ رہی تھی

فما کان قیسا هلکه هلک واحد
ولکنه بنیان قوم تھدّما"

غالب بہادر شاہ ظفر جیسے بے جان فرمانروا کو اپنے قصیدہ میں شاہنشہ بلند مقام، مظہر
ذوالجلال والاکرام، نوبہار حدیقۂ اسلام، بزم میں میزبان قیصر و جم، رزم میں استاد رستم و سام
وغیرہ کہتے ہیں، اس قسم کی بے جا مدحت طرازی اور چاپلوسی کی تلخی مولانا آزاد کی حسب ذیل تحریر پڑھ کر جاتی رہتی ہے۔

"میرزا غالب نے عمر بھر بہادر شاہ کی لاحاصل مداحی کی تھی، اور وہ قصیدے جو عرفی و
نظیری کے قصائد کے مقابلہ کرنے کا دم رکھتے تھے، ایک ایسے مخاطب کے سامنے ضائع کیے
گئے تھے، جس کے سر پر جہانگیر و شاہجہاں کا تاج ضرور تھا، پر نہ تو عرفی و نظیری کی قدر شناسی
کا ہاتھ تھا، اور نہ کلیم کو زرِ خالص سے تلوا کر بخشش کرنے والا خزانہ، تاہم وہ جو کچھ لکھتا
اس کا مخاطب خود بہادر شاہ سے نہ ہوتا تھا، بلکہ اس تختِ اعظم کی روح صولت و عظمت
اس کے سامنے ہوتی تھی جس پر کبھی بیٹھ کر اکبر نے فیضی سے، جہانگیر نے عرفی و طالب سے
اور شاہ جہاں نے کلیم سے مدحیہ قصیدے سنے تھے، اور جواب بھی نوروز اور عید کے
دن اس زرد زرد دھوپ کی طرح جو غروب آفتاب سے کچھ پہلے اونچی اونچی دیواروں اور
محرابوں پر دکھائی دیتی ہے، دیوانِ عام و خاص کے طلائی ستونوں کے نیچے
چند لمحوں کے لیے نظر آجاتی تھی:-

کرباد جود خزاں بوئے یاسمن باقیست

چنانچہ ان کے اکثر قصائد مدحیہ کی تشبیہوں میں اور علی الخصوص اس مدحیہ نثر میں جو نیمروز
میں حضرت بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرکے لکھی ہے، اس سوز دروں اور اس
آتش پنہانی کی گرمی صاف محسوس ہوتی ہے جس کا شعلہ کاروانِ عظمت کے اس آخر
ساز کو دیکھ کر بے اختیار ان کے دل میں بھڑک اٹھتا تھا۔"

شاہ ظفر کی شان میں غالب جو قصیدے کہتے رہے، اس کی توجیہ مذکورہ بالا تحریر
خوش مذاقی سے کی گئی ہے، گو "غالب اور ابوالکلام" کے مرتب عتیق صدیقی صاحب نے اس کی
ظلم کردی ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے جو تاویل کی ہے وہ خود غالب کے حاشیۂ خیال
آئی ہوگی، (ص ۳۶) لیکن وہ انگریز حکام کے لیے جو قصیدے کہتے رہے، ان کو پڑھکر
سکتا ہے کہ کیا ان سے ان کی بلندیِ طبع، عالی ظرفی اور خودداری کا اظہار ہوتا ہے؟
مخاطب کرکے کہتے ہیں:

ایں دولتِ جاوید ہمایم — بہ ہماں مودّت دارم آئین ثنا خوانی
لارد اکلنڈ از راہِ غم خواری — تو نیز از راہ غم خواری کرم کن کز کریمانی
تو بزرگان بریں بساط — موہم دلے ز زلہ ربایانِ خوان تو
خویش شماری دراں شمار — غالب کہ نام من گزرد بر زبانِ تو
ت کہ غالب دریں دیار — مداحِ شاہ تست دعاگوئے جانِ تو
فت بو زبر آمد و دید — تا بتہ اند بہ چرخ باز کبوتر گرفت
د اکلنڈ باد بدانساں بلند — کش رسد از ظل خویش ملک سپہر گرفت

نس ہکنس ناظم الملک سے جاں اور چیزوں کے خواستگار ہوتے ہیں وہاں
اور خلعت بھی مانگتے ہیں،

طابے و براں افزائی — خلعتے در خورِ ایں دولتِ جاوید طراز

پر نسب تھا بہادر چیف سکریٹری کے قصیدہ میں ان کی گلی کے کتے کو
کہنے میں تامل نہیں کیا،

کرگز شتم ز رشک — سگِ کوئیت بوفاداری از اعیانِ منست

بتوام زندہ و نادیدہ سراپائے ترا — بگماں نم ز سراپائے تو کان جانِ منست
شرطِ اسلام بود ورزش ایمان بالغیب — اے تو غائب ز نظر مہرِ تو ایمانِ منست

۱۸۴۶ء میں لارڈ ہارڈنگ نے پنجاب فتح کیا تو غالب نے اس خوشی میں ایک
قصیدہ پیش کیا جس میں کہتے ہیں

ندیدہ کہ ز آوائے توپ رعد خروش — دوید رعشہ بر اندامِ چرخ چوں سیماب
ندیدہ کہ ز آمد شد سپاہ فرنگ — فرو گرفت زمیں را تشنج اعصاب
ورود لشکر نصرت اثر دراں اقلیم — چناں بود بہ نفیدگان معنی یاب
کہ گشتہ است ہماں برائے خلعت ملک — زمیں حریر منقش ز نقش سمّ دواب

اسی میں یہ بھی کہتے ہیں:

نگاہ لطف تو سرمایۂ فزونی عیش — چنانکہ باعث افزائش نشاط شراب

اگر آج کل کے معیار کے لحاظ سے ان قصائد سے غالب کی پستی، تنگ ظرفی اور خود فروشی
ظاہر ہوتی ہے، تو یہ صرف غالب کی دناءت کا ماتم نہیں، بلکہ پوری ہندوستانی قوم کی وطنی غیرت
اور قومی حمیت کا ماتم ہے، غالب نے اپنے کو انگریزی حکام کا نمک پروردہ، زلہ ربا، چاکر وغیرہ
کہا تو کوئی تعجب کی بات نہیں، رن تنھبور کے جانبازوں، چتوڑ کے سرفروشوں، رانا پرتاب کے
نام لیواؤں، شیر پنجاب کے جانشینوں، شیر دکن کے وارثوں، تاج محل اور لال قلعہ کے بنانے والوں
کی اولادوں نے بھی ہزاروں میل دور سے آنے والے سفید فام سامراجی علمبرداروں کے آگے
سر تسلیم خم کردیا تھا، اور معلوم نہیں کتنے جاہ پرست ہندوستانی نہ صرف شملہ اور دہلی کے دنسر لگی لاج
کی گیلریوں بلکہ وہائٹ ہال اور ڈاننگ اسٹریٹ کے وفادار اور تابعدار چاکر بنے ہوئے تھے،
غالب نے تو اس وقت اپنی نیاز مندی دکھائی جبکہ سامراجی حکومت کی قہرمانی اور بلائے ناگہانی

مسلط ہو چکی تھی اور ان کو ٹالنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی لیکن ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیان
جب آزادی کی لڑائی لڑی جا رہی تھی تو ایک طرف تو اس کے سرفروش سپاہیوں اور ہ
وستوں کو ہزامپریل مجسٹی کے نمائندے کچل رہے تھے، اور ان کے سینوں کو گولیوں کے نشانے
بنا رہے تھے، تو دوسری طرف ان سامراجی نمایندوں کے خیر مقدم میں ہندوستانی اکابر جو
سپاسنامے پیش کرتے رہے، ان کا موازنہ غالب کے قصائد سے کیا جائے، تو شعروں کے انتخاب سے ہوا
نے والے غالب کے سر پر آرہ چلانے کا سوال ہی نہیں ہوتا، اور اگر ان کے قصیدے کے اشعا
ان کو رسوا کیا جا سکتا ہے، تو پھر اُن کے ان ہندوستانی بھائیوں کے متعلق کیا رائے قائم
جا سکتی ہے، جو ہز ہائینس کا بیننہ اور ٹیکا، گرینڈ نائٹ کمانڈر کا گلوبند پہنکر اور سینہ پر مارٹ
تمغہ لگا کر جی. سی. ایس. آئی کا اعلیٰ ترین اور رائے بہادر اور خان بہادر کے ادنیٰ ترین
ب پاکر وائسرائے اور گورنر جنرل کے اے، ڈی، سی اور غلمان بن کر بھی نہ صرف فوج او
ں بلکہ محکمۂ جاسوسی میں بھی بہترین کارگذاری انجام دے کر ایک سامراجی حکومت کی جڑیں
مضبوط کرتے رہے ؟

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ "غالب وقت کی نزاکت اور انگریزی حکومت کے
وظیفہ حاصل کرنے کے تعلق، نیز ایک حد تک طبیعت کی شاعرانہ طماعی و وارفتگی کی
انگریزوں کی مداحی کرتے رہے، غالب کو بھی اعتراف ہے کہ وہ انگریزوں کے ادح کیا کے
ورنمنٹ کے بھاٹ تھے، بھٹی کرتے تھے، تو خلعت پاتے تھے، خلعت موقوف ہوا تو ان کی
بھی متروک ہوگئی، اور یہ بھٹی صرف غالب ہی نہیں کرتے رہے، ہندوستان میں انگریزوں
حکومت میں ہندوستانیوں کی بھٹی کی بڑی عبرتناک اور دردناک تاریخ ہے، مولانا
ابوالکلام آزاد یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ "ضرورت و احتیاج نے غالب کو انگریز حکام اور گورنروں

کی چوکھٹ پر گرا دیا تھا، اور مدحیہ قصیدے لکھوائے تھے، تاہم میرزا صاحب "شفق و مہربان" کے
خطابات اور ساٹھ ستر روپے کا خلعت اس زخم کاری کا مرہم نہیں ہو سکتا تھا، جو حوادث غدر
نے ان کے دل پہ لگا ہوگا، ایک ضعیف الارادہ انسان وقت اور احتیاج سے مجبور ہو کر
بہت باتیں اوپری دل سے کر بیٹھتا ہے، مگر کچھ اس سے دل کے اصلی محسوسات و جذبات مٹ
نہیں سکتے، علی الخصوص ایسے حادثۂ کبریٰ اور مصیبتِ عظمیٰ کے موقعوں پر جس کو دیکھ کر بڑے بڑے
غارت دولت فروش دلوں سے آہیں نکل گئی ہوں گی"،

اس حادثۂ کبریٰ اور مصیبتِ عظمیٰ کی تصویر مولانا آزاد نے اس طرح کھینچی ہے، جو غالب کی
عبارت، اشارت اور ادا سے کم بلائے جاں نہیں ہے،

"فتح دہلی کے بعد جو عالمگیر و عدیم النظیر مصیبت اشراف و اعیان شہر پر نازل ہوئی اور جس طرح
شاہجہاں آباد کی ان سڑکوں پر جہاں کبھی صاحب قرانِ اعظم کی سواری کے لیے جمنا
کے پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا مسلمانوں کے خون کے فوارے چھٹے، میرزا غالب نے
دہلی میں رہ کر اس کے تمام مناظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ان چیخوں کو اپنے
کانوں سے سنیں جو عرصہ تک دار الخلافہ کی گلیوں اور کوچوں سے بلند ہوتی رہتی تھیں ...
علی الخصوص قلعہ معلی کی بربادیاں جن کے لیے اگر تمام حیوانات ارضی کی آنکھیں اشکبار
ہو جاتیں اور جن کے غم میں آسمان سے پانی کی جگہ خون برستا جب بھی ان کے ماتم کا حق
ادا نہ ہوتا، وہ اجساد محترمہ در فیعہ جو تیمور و بابر کی یادگار اور اکبر اعظم و صاحب قران ثانی
کے خون عظمت و جبروت کے حامل تھے جنھوں نے چھ سو صدیوں سے متصل شہنشاہی و فرمانروائی کی گود
میں پرورش پائی تھی، جنھیں حکومت و اجلال کے سوا کسی مصیبت کا تصور بھی نہیں ہوا تھا، اور جو ہمیشہ
الکھوں انسان کو جنگی آبادیاں کابل کے کوہستانوں سے لیکر آسام کے جنگلوں تک پھیلی ہوئی تھیں

ئے سربسجود پاتے تھے، کون تھا جو سنگ وآہن کا دل وجگر پیدا کر کے یہ بھی دیکھ سکتا
جوروں اور ڈاکوؤں کی طرح گلیوں میں مارے جائیں اور ان کی لاشیں عظمتِ رفتہ
ائیں جو چند روز پیشتر دنیا میں صرف ان ہی کے لیے تھی ......

ن یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے لیے میرزا غالب دہلی میں زندہ تھے، اور دیکھتے رہ،
ث ہیں جن پر غیروں کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آتے ہیں، ممکن نہ تھا کہ میرزا
یسے غم دوست شاعر نے یہ سب کچھ دیکھا ہو اور اس کے دل وجگر کے
کڑے نہ ہو گئے ہوں۔"

مولانا ابو الکلام رقمطراز ہیں :-

سب باتوں کا جو اثر ایک مسلمان ہندوستانی کے قلب پر پڑ نا تھا، میرزا مرحوم
ور ان کی غیرت وحمیت نے گوارا نہ کیا کہ فتح دہلی کے حکام کے سامنے جا کر
اجزی کریں، اور اس عیش ونشاط کا تماشا دیکھیں جو دہلی مرحوم کی بربادی
م سے حاصل کی گئی ہے، وہ خود ہی کہہ چکے تھے

از نقش پئے تست بگلشن　　　　چا کیست بجیب ہوس انداختۂ ما

ے تعلقات حکام انگریزی سے ابتدا سے خوشامدانہ تھے، ان کا وظیفہ ان ہی
ں تھا، اس کمبخت وظیفے کو واگزار کرانے کے لیے انھیں بیسیوں قصیدے
ی مدح میں اس جوش سے لکھنے پڑے گویا اکبر وجہانگیر کی مداحی ہو رہی ہے
ی ایسا پُر آشوب تھا کہ مارشل لا جاری تھا، اور سولی کے تختے اور درختوں
ں ہمیشہ لاشوں سے بھری رہتی تھیں، ان حالات کی وجہ سے وہ بڑی مجبوری
گئے تھے، تاہم ان کی طبیعت کچھ اس طرح بیزار تھی کہ فتح دہلی کے بعد

قلعۂ دہلی میں وفاداران سرکار جمع ہوئے، انعامات وسندات ملیں، ان تمام لوگوں
نے بڑی کوشش کر کے اپنے تئیں نمایاں کیا جنھوں نے غدر میں حصہ نہیں لیا تھا، اور ایسے
صلہ واکرام سے مالا مال ہوئے، مگر میرزا غالب اپنے بیت الحزن سے نہ نکلے اور کسی حاکم
کے آگے جا کر اس کا منتقم وقاہر چہرہ نہ دیکھا،
بعد میں اپنی برأت کے لیے انھوں نے اس عدم حاضری کے بہت سے وجوہ بیان کیے، مگر
اصل حقیقت یہی تھی کہ دل دردمند کے ہاتھوں پاؤں بندھ گئے اور مصلحت وضرورت کی
عاقبت اندیشیوں کی بھی کچھ نہ چلی، بعد کو ہوش آیا تو عذر بنا کر پیش کرنے پڑے۔"

مولانا ابو الکلام آزاد نے غالب کا بڑا اچھا نفسیاتی تجزیہ کیا ہے، ۱۸۵۷ء میں دہلی کی
غارت گری، بربادی اور خونریزی سے ان کے دل وجگر غم و ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئے تھے،
ان کی غیرت وحمیت نے گوارا نہ کیا کہ فتح دہلی کے بعد حکام کی خدمت میں حاضر ہوں، لیکن
انگریزی حکومت ایک حقیقت بن گئی تو ان کو اپنی ضرورت، احتیاج کی خاطر مصلحت کوشی
اور عاقبت اندیشی سے بھی کام لینا پڑا، ان کے روزنامچہ دستنبو میں ان ہی ملی جلی کیفیات کا
اظہار ہے، یہ ایک معذرت نامہ بھی ہے اور ان کے دردمند دل کی گھٹی گھٹی آواز بھی ہے،
ہندوستان اور دہلی کی بربادی پر اشکباری بھی ہے اور انگریز حاکموں کی موت پر دلسوزی
بھی ہے، ۱۸۵۷ء کے خونریز واقعات سے برأت کا اظہار بھی ہے، اور اس زمانہ کے دردہائے
بے درماں اور زخم ہائے بے مرہم کی دردناک مرقع آرائی بھی ہے، اور سب سے بڑا المیہ تو یہ ہے
کہ جب تک مرزا غالب بہادر شاہ ظفر کے دربار سے دور رہے، اس کو اپنے لیے بے موت کی
موت اور ان کی نذیلی سے محرومی کو اپنی سیہ بختی سمجھتے رہے،

شہنشاہ زغم دوری درت کارم　　　　بداں رسیدہ کہ بے مرگ جاں دہم ناگاہ

ہ ترسم، خانۂ سپہر خراب — ندیم شاہ نشوم رُئے روزگار سیاہ

شاہ کی ندیمی کی خاطر ان کے حلقۂ ارادت میں بھی داخل ہوگئے، آخر بادشاہ کے مزاج
لہ حکیم احسن اللہ خاں کی پُرزور سفارش پر دربار سے وابستہ ہوئے، تو ان کی ایک
پوری ہوئی اور نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ کے خطاب سے سرفراز کئے گئے
شاہ ظفر کی شان میں اردو اور فارسی میں قصیدے کہہ کر اپنی شاعری کا پورا
تے رہے۔ ان کے لیے دعا کی کہ

ہ صاحب قرآنی جب تک — ہے طلسم روز و شب کا در کھلا

ہنشاہ فلک منظر، بے مثل و نظیر، جہاں دار، کرم شیوہ، بے شبہہ و عدیل،
کاں، کعبۂ امن و امان، شہنشاہ آسمان اورنگ وغیرہ کہتے رہے، بڑی فخر کی کہا

خوار ہوں دو شاہ کو دعا — وہ دن گئے جو کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

جی کر

صاحب پھرے ہے اتراتا — ورنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

بادشاہ ظفر کی بھیجی ہوئی دال، بیسنی روٹی اور سیم کے بیج پر بھی مدحیہ اشعار کہے،
کی زیارت کرنے والا یہ شاعر جب دستنبو لکھنے بیٹھا تو اس کے قلم سے یہ بھی نکل پڑا
ن سے انگریزی حکومت کا نمک خوار ہوں، گویا جب سے میرے منہ میں دانت
میں نے ان فاتحین عالم کے خوان کرم سے روٹی پائی ہے، سات آٹھ سال
ں کہ بادشاہ دہلی نے مجھے اپنے پاس بلایا اور چھ سو روپے سالانہ کے عوض
اندان کے بادشاہوں کی تاریخ لکھنے کی خواہش کی، جسے میں نے قبول کر لیا،
کام میں مصروف ہو گیا، کچھ مدت بعد جب بادشاہ کے قدیم استاد کا انتقال ہو گیا

اصلاح سخن کی ذمہ داری بھی مجھ پر آگئی، پیرانہ سالی اور ضعیفی، پھر میں گوشہ گیری اور
اور تن آسانی کا خوگر، اس سب پر مستزاد، اپنے ثقل سماعت کے سبب سے دوسروں
کے دلوں کا بوجھ ہونا اور محفل میں جو شخص کوئی بات کہے اس کے ہونٹوں کی طرف
تکنا، ناچار، ہفتے میں ایک دو بار قلعہ کا جانا اور اگر بادشاہ محل سرا سے باہر آتا تو کچھ
دیر خدمت میں کھڑا رہتا، ورنہ دیوان خاص میں تھوڑی دیر بیٹھا رہتا اور لوٹ آتا"

(یہ اقتباس دستنبو کے اردو ترجمہ سے لیا گیا ہے، جو رسالہ تحریک (مارچ ۱۹۶۹ء) میں
شائع ہوا، ترجمہ آزاد اور رواں ہے)

اپنی رائے کی خاطر انگریزوں کی خوشنودی کے لیے غالب یہ لکھنے کو لکھ گئے لیکن ۱۸۵۷ء
کی مصیبت عظمیٰ میں ان کی غیرت و حمیت بیدار بھی رہی، اس لیے بڑے دکھ درد کے ساتھ یہ بھی
لکھتے ہیں کہ ہندو تو یہ کر سکتے تھے کہ مردے کو دریا پر لے جائیں اور پانی کے کنارے سپرد آتش کر دیں،
لیکن مسلمانوں کی کیا مجال کہ دو تین ایک دوسرے کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر کسی راستے
سے گزر جائیں یا اپنے مردے کو کہیں دفن کریں، وہ جہاں ... ... اور دوسرے اکابر کا حال زار
لکھتے ہیں، وہاں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مظفر الدولہ سیف الدین حیدر خاں اور ذوالفقار الدین
حیدر خاں حسین مرزا جن کا لقب ہے، اس ہنگامہ میں دوسرے آبرومندوں کی طرح اہل و عیال
کے ساتھ شہر سے باہر چلے گئے اور بیش قیمت ساز و سامان سے بھرا ہوا گھر چھوڑ کر جنگل کی راہ لی،
ان دو عالی نسبوں کے کئی مکان، کئی محل اور کئی ایوان تھے، سب باہم گر متصل کہ اگر ساری
زمین کی پیمائش کی جائے تو ایک شہر کے برابر نہ سہی، ایک گاؤں کے برابر رقبہ ضرور ہو گا۔
اس عالم میں کہ آدمیوں سے بالکل خالی تھے، لٹ لٹا کر اجاڑ اور ویران ہو گئے۔ البتہ کچھ
کم قیمت بھاری سامان جیسے ایوان کے پردے، شامیانے، سائبان، شطرنجیان اور اس قسم

رشی سامان پڑا رہ گیا،

ں اور اطراف دہلی قید خانے اور حوالات بنے ہوئے تھے، ان کی تصویر کھینچے ہوئے
طراز ہیں کہ اس شہر میں قید خانہ شہر سے باہر ہے اور حوالات شہر کے اندر، ان دونوں جگہوں
د آدمیوں کو جمع کر دیا گیا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے میں سمائے ہوئے ہیں،
ں قید خانوں کے ان قیدیوں کی تعداد جنھیں مختلف اوقات میں پھانسی دیدی گئی
جانتا ہے، مسلمان شہر میں ایک ہزار سے زیادہ نہیں ملیں گے، اور راقم الحروف بھی انہی
ایک ہے، فرار اختیار کرنے والوں میں کچھ اس قدر دور نکل گئے ہیں، جیسے کبھی اس
ے ہی نہیں، بہت سے عالی مرتبہ شہر کے گرداگرد دو دو چار چار کوس پر ٹیلوں، گڑھوں
ور کچے مکانوں میں مقدر کی طرح پڑے اونگھ رہے ہیں، ان ویرانہ نشینوں میں یا تو
یں رہنے کے خواہشمند ہیں، یا ان لوگوں کے اقربا جو قید میں ہیں، یا پھر پنشن داروں
راتِ خور۔"

دشاہ جہاں کے وارثوں اور ان کے ہم مذہبوں کے عبرت ناک انجام کی مرقع آرائی
، "شہزادوں کے متعلق اس سے زیادہ نہیں کہا جاسکتا کہ بندوق کی گولیوں کا زخم کھا کر
ت کے منہ میں چلے گئے، اور کچھ کی روح پھانسی کی رسی کے پھندے میں ٹھہر کر رہ گئی،
ں ہیں اور کچھ آوارۂ روئے زمین، ضعیف و ناتواں بادشاہ پر جو قلعہ میں نظر بند ہیں
ہے، جھجھر اور بلب گڑھ کے زمینداروں اور فرخ نگر کے مسند آرا کو الگ الگ
یں پھانسی پر لٹکا دیا گیا، گویا اس طرح ہلاک کیا گیا کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ خون
وری ۱۸۵۸ء کے شروع میں ہندوؤں کو فرمان آزادی اور شہر میں آباد ہونے کی
جو جہاں تھا، شہر کی طرف دوڑ پڑا، خانماں برباد مسلمانوں کے خالی گھروں کے

در و دیوار، سبزہ اُگ آنے سے سبز ہو گئے ہیں، اور سبزۂ سر دیوار کی زبان سے لحظہ لحظہ یہ آواز
کانوں میں آتی ہے کہ مسلمانوں کی جگہ خالی ہے"۔

لیکن اسی کے ساتھ انگریزوں کو خجستہ فکر، خجستہ خو، ملکہ وکٹوریہ کو عدل گستر، جہاں افروز
فلک رفعت، ستارہ حشم، دہلی کے چیف کمشنر کو مہرپیکر، پرویں لشکر، حاکم مہربانی، آسمانِ جاہ
کاہ درخشاں، فرخ شمائل، فرخندہ خو، ستارہ سپاہ کہتے ہیں، اور پھر لکھتے ہیں کہ دنیا والوں
کو یہی زیب دیتا ہے کہ خداوندان بخت داد کے سامنے رضامندی سے سر جھکا دیں، اور
جہاں داروں کے حکم کی تعمیل کو جہاں آفریں کے حکم کی تعمیل جانیں، جب ہم نے جان لیا
کہ تیغ و تفنگ و تاج و تخت کس کی ودیعت ہیں، تو پھر سرکشی اور بیزاری کس لیے۔
زمزمہ سنج شیراز (یعنی سعدی) کے قربان کہ اس پردے میں کیسی خرد آموز نوا بلند
کی ہے،

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرماں را　　　چہ کند گوئے کہ تن در نہ دہد چوگاں را

اور پھر غالب کیا، پورا ہندوستان انگریزوں کے سیاسی چوگان کا گیند بن گیا،
انگریزوں کے دربار کے ایک گیند بننے کی شکایت غالب سے ہے تو پورے ہندوستان سے
بھی ہونا چاہیے، اور اگر ہندوستان سے نہیں ہے تو پھر خستہ جان، پریشان حال، مقروض،
آشفتہ نوا، ستم ہائے روزگار کو برداشت کرنے والے اور زمانے کے مارے ہوئے اسد اللہ خاں
غالب سے بھی نہیں ہونا چاہیے، اس وقت کا ہندوستان اپنی زبان حال سے غالب کے لیے یہی کہہ رہا تھا، ع

غالب کو برا کیوں کہو اچھا مرے آگے

اور خود غالب بھی اپنے لیے یہ کہہ گئے ہیں :-

کہا ہے کس نے کہ غالب برا نہیں لیکن　　　سوائے اس کے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہئے

...لانا عبدالحیٔ

۱۹۲۱ء میں دار المصنفین اعظم گڈھ سے مولانا حکیم سید عبدالحیٔ سابق ناظم
...ا لکھنؤ کی گل رعنا شائع ہوئی، جو اردو شعرا کا ایک تذکرہ ہے، اس میں غالب کے کلام پر
... ہوئے فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ مرزا نے اپنے تغزل کی بنیاد ایسے اچھوتے اسالیب
...ین کو اور شعرا کی فکر نے ستارہ نہیں کیا اور معمولی سے معمولی مضمون کو ایسے نرالے انداز
...ہیں، جو بالکل نیا معلوم ہوتا ہے، مگر یہ ضرور نہیں کہ ہر ایک مضمون ان کا نیا ہی ہو،
... وہ غالب کی تین خصوصیات اور بتاتے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ عالم اور مبتذل تشبیہیں جو
...ے کلام میں پائی جاتی ہیں، ان سے جہاں تک ہو سکتا ہے بچتے ہیں اور نئی نئی تشبیہیں پیدا
...وسرے یہ کہ متانت اور سنجیدگی کو شوخی اور ظرافت سے ایسا پیوست کرتے ہیں کہ دونوں
...ڑپ پیدا کر دیتے ہیں، تیسرے یہ کہ ان کے پہلودار کلام کی وجہ سے ان کا شعر ایک نیا
...ہے۔ (گل رعنا ص ۱۲ - ۳۱۳)

...عبدالحیٔ کے تبصرہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آزاد اور حالی نے غالب کے متعلق جو کچھ تحریر
...سے ان کو پورا اتفاق تھا،

...کا نسخۂ حمیدیہ

اس کے بعد دیوان غالب جدید المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ کی طرف
...جس کی طباعت و اشاعت کی تاریخ درج نہیں، لیکن یہ غالباً ۱۹۲۱ء ہی میں
...اس میں سرنامہ نواب حمید اللہ خاں والی بھوپال کا ہے، جس میں انھوں نے غالب
...م سخنوری کہا ہے، پھر مفتی انوار الحق صاحب ڈائرکٹر تعلیمات ریاست بھوپال کی تمہید
...ہ ڈاکٹر عبدالرحمن بیرسٹرایٹ لا کا مشہور مقدمہ ہے، مفتی انوار الحق غالب کی شاعری
...کا بہترین سرمایہ اور عروس نظم کا بیش بہا پیرایہ قرار دیتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ:
...اب غوث محمد خاں صاحب کے بیٹے میاں فوجدار محمد خاں کے لیے لکھا گیا تھا،

اور یہ کم سے کم ایک بار اور ممکن ہے کہ چند مرتبہ تصحیح و ترمیم کی غرض سے غالب کے پاس بھی گیا ہے
اور ان کی نظر سے گذرا ہے، اور انھوں نے خود اس میں جابجا اصلاحیں کی ہیں، مفتی انوار الحق
یہ بھی لکھتے ہیں کہ مروجہ دیوان میں جتنی کچھ چھوٹی غزلیں ہیں، وہ سب اس میں مکمل موجود ہیں، جو
اشعار متفرق طور پر تلاش کرکے بعض دیوانوں میں بڑھائے گئے تھے، اور جن کی بابت قیاسی
طور پر کہا جاتا ہے کہ غالب کے ہیں، وہ بھی سب کے سب اس میں پائے جاتے ہیں، غرض دیوان
دیکھنے کے بعد اس میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ یہ غالب کا وہی
دیوان ہے جسے زمانہ کھو چکا تھا، (ص ۷) مفتی صاحب کا یہ بھی بیان ہے کہ اس دیوان
میں غالب کا ایسا کلام بھی ہے جس کو ان کے ہم عصر دوستوں نے قابلِ حذف قرار دیا تھا،
اور جسے خود غالب نے اپنے دیوان سے خارج کر دیا تھا، اسی لیے مفتی صاحب کے بعض دوست
اس دیوان کی اشاعت کے خلاف تھے، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ غالب کے مہملات کی اشاعت
سے غالب کا درجہ کم ہو جائے گا، اور مجموعی لحاظ سے ان کے کلام کی وقعت کم ہو جائے گی، لیکن
خود مفتی صاحب کا خیال ہے کہ غالب کے نظری کلام کی اشاعت سے ان کی مقبولیت
اور ہر دلعزیزی میں کمی نہ ہوگی، کیونکہ ان کے کلام کی گوناگوں خوبیوں نے سخن شناس
دلوں میں اپنی یکتائی کا جو سکہ بٹھا دیا ہے، اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوگا، کیونکہ کسی
کی بچپن کی کج مج بیانی سے اس کی آیندہ کی فصاحت و بلاغت پر حرف نہیں آسکتا
ہے، یا کسی مصور کی ابتدائی مساعی اس کے عہد کمال کی صناعی کی قدر و قیمت کم نہیں
کرسکتی ہے۔

غالب کے جو مہملات اس دیوان میں شائع کیے گئے ہیں، ان کے کچھ نمونے یہ ہیں:

آتشیں پا ہوں، گدازِ وحشتِ زنداں نہ پوچھ
موئے آتش دیدہ ہے ہر حلقہ یاں زنجیر کا

صید وحشت طاؤس ہے
زافسونِ عرض ذوقِ قتل
ت عجز و قالب آغوشِ وداع
عدم شو و تماشا ہے اسدؔ
طا ر و نالہ بے تابی کمند آیا
ں کی بہرِ استقبال آنکھوں سے
بلکہ میری سخت جانی سے
ت ننگ و ذوقِ عیش بے پروا
رہ تھی، عدم یا وجود تھا
ساں قماشِ ہوس جمع کر رہیں
محیط ظلم رہا جس قدر فلک
م آشنا نہ ہوا ور نہ میں اسدؔ

دام سبزہ میں ہے پرواز چمن تسخیر کا
نعل آتش میں ہے تیغ یار سے نخچیر کا
پرہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا
جز مزہ جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا
سویدا تا لبِ زنجیر سے دودِ سپند آیا
تماشہ کشورِ آئینہ میں آئینہ بند آیا
نگاہ بے حجابِ ناز کو بیم گزند آیا
فراغت گاہ آغوش وداعِ دل پسند آیا
میرا سفر بہ طالعِ چشم حسود تھا
حیرت مطاعِ عالمِ نقصان و سود تھا
میں پائمالِ غمزدہ چشم کبود تھا
سرتاقدم گزارشِ ذوقِ سجود تھا

م اشعار کے متعلق مفتی انوار الحق کا بیان ہے کہ یہ اس وقت لکھے گئے جب غالبؔ
ال کی تھی، اس لیے کلام میں اس روانی اور پختگی کی توقع نہیں کی جاسکتی، جو
ں کا ما بہ الامتیاز ہے، اور کہیں کہیں بندش کی چستی اور مضمون کی پستی مذاقِ سلیم کی نظروں
م عموم ترکیبوں کی جدت، تشبیہوں کی ندرت، خیالات کی بلند پروازی اور مضامین کی
ں میں ویسی ہی نمایاں ہے جیسی بعد کے کلام میں، فرق صرف اتنا ہے کہ نشۂ شباب کی ترنگ
ں ایران کے رنگ نے ان شعروں کو اور بھی مشکل بنا دیا ہے، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ابتدائے مشقِ سخن میں
ب کا نصب العین تھا اور مضمون آفرینی اور خیال بندی ہی میں تمام ہمت مصروف تھی"۔ ص ۱۲۔۲۰)

(باقی)

تہذیب کی تشکیل جدید

از جناب مولانا محمد تقی صاحب امینی ناظم شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۸)

شخصی و انفرادی زندگی

تہذیب کی تشکیل میں شخصی سیرت و انفرادی کردار کا تعلق انسان کی اصل حقیقت سے ہے جس قسم کی اس کی حقیقت تسلیم کیجائے گی، اسی کے لحاظ سے سیرت و کردار کا "پیمانہ" مقرر ہوگا،

مغربی تہذیب میں سیرت و کردار کا پیمانہ دنیوی مفاد ہے

مغربی تہذیب میں چونکہ یہ حقیقت "حیوانی" تسلیم کی گئی ہے، اس بنا پر اس میں قوت و طاقت اور دنیوی مفاد کے "پیمانہ" سے سیرت و کردار کو ناپا جاتا ہے، اور وہی محاسن قابل قدر شمار ہوتے ہیں، جو براہ راست دنیوی مفاد پر اثر انداز اور قوت و طاقت کا باعث ہوتے ہیں، مثلاً کاروبار میں دیانت، معاملات میں صفائی، عہد کی پابندی، جفاکشی، فرض شناسی، وقت کی پابندی، حب الوطنی، اجتماعیت کا احساس، قومی مقاصد کی خاطر قربانی وغیرہ،

اور جن محاسن سے کوئی واضح دنیوی مفاد متعلق نہیں ہوتا، ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، بلکہ اکثر ان کی خلاف ورزی محاسن میں شمار ہوتی ہے، مثلاً شرم و حیا، عفت و عصمت، ادب و شفقت، باہمی محبت و الفت، کنبہ پروری، وسیع القلبی، نرم دلی، خلوص، انسانیت کا احترام اور دوسروں کے حقوق کا لحاظ و پاس وغیرہ۔

...فاتِ الٰہی ...پیمانہ ہیں | تشکیل جدید میں انسان کی اصل حقیقت "نورانی" تسلیم کی گئی ہے، اس بنا پر اس میں صفات الٰہی کے "پیمانہ" سے انسانی سیرت و کردار کو نا پا جاتا ہے،
...ن" کو قابل قدر شمار کیا جاتا ہے، جو براہ راست صفاتِ الٰہی کا عکس ہوتے ہیں،
...سے محروم رہتے ہیں ان کو "محاسن" سے کوئی تعلق نہیں ہوتا،

...ر جہتیں ...فات کی تین قسمیں | سیرت و کردار کا پیمانہ واضح کرنے کے لیے ذیل میں صفاتِ الٰہی کی تشریح کی جاتی ہے۔ ان صفات کی دو جہتیں ہیں،
...کے ذریعہ ذات الٰہی کی معرفت حاصل کیجائے،
...ت انسانی کا "پیمانہ" مقرر کیا جائے،
...کے لحاظ سے صفات کی تین قسمیں ہیں :-
...لی (۲) جلالی (۳) اور کمالی .

...جمالی وہ ہیں جن سے رحم و کرم، عفو و درگذر اور محبت و شفقت وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے،
...جلالی وہ ہیں جن سے عظمت و کبریائی اور قدرت و شہنشاہی وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے،
...کمالی وہ ہیں جن سے خوبی و بزرگی اور یکتائی و کمال وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے.

...ے ...ہیں | دوسری جہت کے لحاظ سے صفات کی چار قسمیں ہیں،
(۱) ذاتی (۲) امتیازی (۳) تعمیری (۴) تکمیلی

...ذاتی وہ ہیں جن کے عکس سے انسان میں خودشناسی اور خداشناسی کے جوہر

...امتیازی وہ ہیں جن کے عکس سے انسان کی سیرت حیوانیت سے ممتاز ہوتی ہے،
...تعمیری وہ ہیں جن کے عکس سے انسان کی سیرت، عظمت و بڑائی شہنشاہی

اور قدرت کا مظہر بنتی ہے،
۴. صفات تکمیلی وہ ہیں جن کے عکس سے انسان کی سیرت فرشتوں سے ممتاز ہوتی ہے،
غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے سیرت کا پیمانہ بننے کے لیے بحیثیت مجموعی صفات کا محض عکس کافی ہے، ہر صفت کا اپنی پوری ہیئت و کیفیت کے ساتھ منعکس ہونا ضروری نہیں ہے اسی طرح بقدر ظرف قبول عکس سے ذات الٰہی میں شرکت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور ذاس میں انسان کی فنائیت زیر بحث آتی ہے، ان میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے :-

صفات ذاتی | صفات ذاتی میں وہ صفتیں شمار کی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں، مثلاً الاحد، اکیلا۔ الواحد، ایک۔ الصمد، ہر شی سے بے نیاز۔ القدوس، ہر عیب سے پاک۔ الحی، ہمیشہ زندہ (غیر فانی)۔ القدیم، جو ہمیشہ سے ہے۔ الدائم، ہمیشہ باقی رہنے والا۔ الاول، وہ پہلا جس سے پہلے کوئی نہیں۔ الآخر، وہ پچھلا جو سب کے فنا ہونے کے بعد ہمیشہ باقی رہے۔ الوتر، طاق جس کا کوئی جوڑا نہیں وغیرہ۔

صفات امتیازی | صفات امتیازی میں تقریباً وہی صفتیں شمار ہوتی ہیں جو "جمالی" میں بیان کیجاتی ہیں، مثلاً العلیم الرحیم، جاننے والا اور رحم کرنے والا۔ الغفار الوھاب، بہت بخشنے والا اور بہت دینے والا۔ السلام المومن، سلامتی والا اور امن دینے والا۔ البارئ المصور، نکال کھینچنے والا اور صورت بنانے والا۔ الرزاق الفتاح، روزی دینے والا اور مشکل کو حل کرنے والا۔ الباسط الرافع، پھیلانے والا اور اٹھانے والا۔ اللطیف الخبیر، لطف والا اور خبر رکھنے والا۔ المعز الحفیظ، عزت دینے والا اور حفاظت کرنے والا۔ الواجد المقیت، پانے والا اور روزی پہنچانے والا۔ الحسیب المقسط، حساب کرنے والا اور انصاف کرنے والا۔ الحلیم الکریم، بردبار اور سخی۔ الوکیل الحمید، کارساز اور قابل حمد۔

المعید، وجود میں لانے والا اور لوٹانے والا۔ المحیی الممیت، جلانے والا اور
لا۔ المنعم المحب، انعام دینے والا اور محبت کرنے والا۔ الرؤف البر الجمیل
ب اور خوبصورت۔ المغنی المعطی، بے نیاز کرنے والا اور دینے والا۔ النافع
شع پہنچانے والا اور ہدایت کرنے والا۔ البدیع الرشید، ایجاد کرنے والا اور
ینے والا۔ المجیب الکفیل قبول کرنے والا اور کفالت کرنے والا۔ الحنان المنان
رنیوالا اور بہت احسان کرنے والا۔ الکامل الجواد، کامل اور بڑا سخی۔ الکافی الشافی ہر ضرورت کیلئے کافی
لا۔ الودود الشکور محبت کرنیوالا اور قدر کرنے والا۔ الولی التواب دوست اور توبہ قبول کرنیوالا۔ النصیر
ید کرنیوالا، زیادہ سننے والا اور پناہ دینے والا۔ ذوالطول ذوالفضل، کرم والا اور فضل والا۔

صفات تعمیری میں تقریباً وہی صفتیں شمار ہوتی ہیں جو "جلالی" میں بیان کیجاتی ہیں،
العزیز، بادشاہ اور غالب۔ الجبار المتکبر، جبروت والا اور کبریائی والا۔
نتقم، قابو میں رکھنے والا اور سزا دینے والا۔ العظیم الکبیر المتعال بڑا سب
المہیمن الغیور، پناہ دینے والا اور غیرت والا۔ القادر المقتدر، قدرت والا
لا۔ القابض الخافض سمیٹنے والا اور پھیلانے والا۔ الواسع الممیت المعید
مارنے والا اور لوٹانے والا۔ المذل الرقیب، ذلت دینے والا اور نگرانی کرنے والا
ن الشہید نہایت قوی، مضبوط اور خبردار۔ المنتقم ذوالجلال والاکرام
ور جلال وعظمت والا۔ المانع الضار، روکنے والا اور نقصان پہنچانے والا
صبر، نہایت صبر کرنے والا اور دیکھنے والا۔ المعذب الدیان، عذاب
یصلہ کرنے والا۔ ذوالبطش شدید العقاب، سخت پکڑنے والا اور سخت
والا۔

صفات تکمیلی | صفات تکمیلی میں تقریباً وہی صفتیں شمار ہوتی ہیں جو "کمالی" میں بیان کیجاتی ہیں، مثلاً الرب الرحمن، پرورش کرنے والا اور رحم کرنے والا۔ الخالق العدل الحکیم، پیدا کرنے والا، انصاف کرنے والا اور حکمت والا۔ السمیع البصیر القیوم، سننے والا، دیکھنے والا اور سنبھالنے والا۔ الظاہر والباطن کام اور قدرت کے لحاظ سے ظاہر اور ذات کے لحاظ سے پوشیدہ۔ الماجد الجامع الباعث، عزت والا، جمع کرنے والا اور اٹھانے والا۔ المحیط المرید القریب احاطہ کرنے والا، ارادہ کرنے والا اور قریب۔ العلی الرفیع الجلیل الکریم۔ مرتبہ والا، بلند، بزرگ اور شریف۔ المدبر المتکلم، تدبیر کرنے والا اور کلام کرنے والا۔ مالک الملک، ملک کا مالک۔ علام الغیوب، پوشیدہ باتوں کا جاننے والا۔ علیم بذات الصدور، دلوں کے بھیدوں کا جاننے والا۔ لیس کمثلہ شئ، اس کے مثل کوئی شئی نہیں ہے،

مذکورہ صفات الٰہی میں بعض ایسی بھی ہیں جو ایک دوسرے میں مشترک ہیں، لیکن اس سے عکس وانعکاس میں کوئی فرق نہیں آتا،

صفات ذاتی کے عکس سے پیدا شدہ محاسن | صفات ذاتی کے عکس سے انسان میں درج ذیل محاسن کی نمود ہوتی ہے

عزت نفس | (۱) عزت نفس۔ اس سے انسان ذلت و پستی سے نکلکر خودداری کے بلند ترین مدارج پر پہنچتا اور کسی طاقت وعظمت کے سامنے جھکنے میں اپنی توہین محسوس کرتا ہے، اور طاقتور و نفع نقصان پہنچانے والی شئی کو بھی اللہ کا محتاج سمجھتا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے

ان القوۃ للہ جمیعا (بقرہ - ۲۰)	ساری قوت اللہ ہی کے لیے ہے
ان الحکم الا للہ (الانعام - ۷)	حکم صرف اللہ ہی کا ہے،
ان الذین تدعون من دون اللہ	بیشک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو

امثالکم (الاعراف - ۲۴)
وہ تم جیسے بندے ہیں

ستطیعون نصرہم نصرا ولا
نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور

ہم ینصرون (ایضاً)
نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں

لنصر الا من عند اللہ
مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے جو غالب

الحکیم (آل عمران - ۱۳)
اور حکمت والا ہے،

الید السمٰوات و
اسی کے ہاتھ میں آسمان و زمین کی

ض (شوریٰ - ۲)
کنجیاں ہیں

سسک اللہ بضر
اگر اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو

شف لہ الا ھو وان
کوئی ہٹانے والا نہیں ہے، اور اگر

بخیر فلا راد لفضلہ
کوئی بھلائی پہنچائے تو اسکو کوئی لوٹانے والا

(یونس - ۱۱)
نہیں ہے

) وسعت نظر، اس سے انسان ذاتی، قومی اور وطنی حدبندیوں سے نکلکر
پھیل جاتا ہے، اور اس کی دوستی و دشمنی، محبت و نفرت، تعظیم و تحقیر ہر ایک کے
ت پیدا ہو جاتی ہے، اور کائنات کی ہر شے کو اس بنا پر اپنی سمجھتا ہے کہ وہ
ہوتی ہے، قرآن حکیم میں ہے

من فی السمٰوات و
اسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان و زمین

طوعا و کرھا والیہ یرجعون
میں ہے، خوشی سے یا لاچاری سے اور

ل عمران - ۹)
اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

س انا خلقناکم من
اے لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد اور

ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا
ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور مختلف برادریاں

وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم
و قبیلے اس لیے مقرر کئے ہیں کہ آپس میں

عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر
ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، تم میں
بڑا شریف اور معزز وہ ہے جو تم میں بڑا
پرہیزگار ہے، بیشک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے

(حجرات - ۲)

ھو الذی خلق لکم ما فی
اللہ ہی ہے جس نے تم سب کے لیے زمین کی

الارض جمیعا (بقرہ - ۳)
ساری چیزیں پیدا کی ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الناس کلھم اخوۃ (ابوداود)
سب انسان بھائی بھائی ہیں

دوسری جگہ ہے،

ان الارض ارض اللہ و
بیشک زمین اللہ کی زمین ہے اور بندے

العباد عباد اللہ (ابوداود و نصب الرایہ)
اللہ کے بندے ہیں،

حضرت علیؓ نے ایک موقع پر فرمایا:

اموالھم کاموالنا دماءھم
ان کے مال مثل ہمارے مال کے ہیں اور

کدمائنا (نصب الرایہ ج ۲ کتاب السیر)
انکی جانیں مثل ہماری جانوں کے ہیں،

اطمینان قلب | (۳) اطمینان قلب۔ اس سے انسان کبھی مایوسی و دل شکستگی سے مغلوب نہیں ہوتا،
خواہ اسباب و ذرائع اس کا ساتھ چھوڑ دیں لیکن اللہ کا سہارا ہمیشہ ساتھ رہتا ہے،
یہ ایک ایسی گرانقدر نعمت ہے کہ اس کے حاصل کرنے کے لیے عقل و فلسفہ کی انتھک
کوششیں بھی بیکار ثابت ہوتی رہی ہیں، اور مغربی تہذیب کی ساری ترقی اور دولت اس کی

...ری تو کیا کر سکتی ہے، اس کے پاسنگ میں بھی نہیں آ سکتی، قرآن حکیم میں ہے:

واذا سألك عبادی عنی فانی
قریب اجیب دعوة الداع
اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی
لعلهم یرشدون (بقرہ - ۲۳)

جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں
پوچھیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں
دعا کرنے والوں کی دعا کو قبول کرتا ہوں
جب وہ مجھ سے دعا کرتے ہیں، چاہئے کہ
وہ میرا حکم مانیں، مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

قل یاعبادی الذین اسرفوا
علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله
ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه
هو الغفور الرحیم (زمر ۶)

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے
اپنے اوپر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے
ناامید مت ہو، بیشک اللہ سب گناہوں
کو بخشتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا اور رحم
کرنے والا ہے،

لا تایئسوا من روح الله
انه لا یایئس من روح الله
الا القوم الکفرون

تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اللہ
کی رحمت سے ناامید کافر ہی ہوتے ہیں،

(۴) صبر و ضبط۔ اس سے انسان کا دل مضبوط ہوتا اور وہ اللہ کی طاقت کو
...تھ دیکھتا ہے، اور اپنے کو تحمل و برداشت کا عادی بنا کر ناگواری کو جھیل جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

واستعینوا بالصبر والصلوٰة — صبر اور نماز (کی قوتوں) سے مدد لو
ان الله مع الصٰبرین — اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے
وجعلنا منهم ائمة یهدون — ہم نے بنی اسرائیل میں امام و سردار بنائے تھے
جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرتے تھے

بامرنا لما صبروا (السجدہ ۲۰) — یہ منصب انھیں اس وقت ملا جبکہ انھوں نے صبر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صبر کو لشکر کا امیر فرمایا!

الصبر امیر جنوده (نوادر الاصول از تفسیر عزیزی) — صبر اس کے لشکر کا امیر ہے

حضرت علیؓ نے صبر کا نفسیاتی پہلو اس طرح ظاہر کیا ہے،

الصبر من الایمان بمنزلة الرأس
من الجسد اذا قطع الراس
انتن ما فی الجسد ولا ایمان
لمن لا صبر له
(مصنف ابن ابی شیبہ و بیہقی)

انسان کے بدن سے جو تعلق سر کو ہے وہی
تعلق صبر کو جسد ایمانی سے ہے اور جس طرح
سر کے جدا ہونے کے بعد جسم بیکار اور سڑ جاتا
ہے، اسی طرح جس میں صبر نہیں اسے ایمان
کا مقام حاصل نہیں ہے،

قناعت و استغنا

(۵) قناعت و استغنا، ۔ اس سے حرص و ہوس اور رشک و حسد وغیرہ جیسے رکیک جذبات سے نجات ملتی ہے، اور جلب منفعت و دفع مضرت کے لیے انسان ایسی روش اختیار کرنے سے پرہیز کرتا ہے جس سے اس کا وقار مجروح اور اس کی عزت پامال ہو، کیونکہ وہ ہر چیز کا آخری سرا اللہ کے ہاتھ میں جانتا ہے، قرآن حکیم میں ہے :۔

ان الفضل بید الله یوتیه من
یشاء والله واسع علیم یختص
برحمته من یشاء (آل عمران - ۸)

بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے
دیتا ہے اور اللہ بہت وسعت والا اور
جاننے والا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت
اس کے لیے خاص کر دیتا ہے۔

ان الارض لله یورثها من
یشاء (اعراف - ۱۵)

بیشک زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں
جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے۔

...تشاء وتذل من تشاء
...الخیر انك علی كل شیٔ
(آل عمران - ۳)

آپ (اللہ) جس کو چاہتے ہیں عزت
دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں،
آپ ہی کے ہاتھ میں خیر و بھلائی ہے، بیشک
آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

(۷) انکساری و عاجزی۔ اس سے خود داری و عزت نفس کی بنا پر غرور و تکبر نہیں
...ان ہر وقت اپنے کو اللہ تعالیٰ کی طاقت کے آگے عاجز و بے بس محسوس کرتا ہے،
...ہے،

...ھم فوق عبادہ (الانعام)

اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے

...نی وانتم الفقراء (محمد)

اللہ غنی ہے اور تم سب محتاج ہو

...رحمن الذین یمشون علی الارض
...اذا خاطبهم الجاهلون
...ما (الفرقان - ٦)

اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر
فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل
ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو سلام
کرکے الگ ہو جاتے ہیں۔

...توکل و اعتماد۔ اس سے انسان کا اصل بھروسہ مادی اسباب و وسائل پر نہیں
...ر پر ہوتا ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، قرآن حکیم میں ہے:

...ین اتخذوا من دون
...کمثل العنکبوت اتخذت
...وان اوھن البیوت لبیت
...(العنکبوت - ۴)

ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے
سوا اور ولی بنا رکھا ہے، جیسے مکڑی کی
مثال ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا اور سب
گھروں میں زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے۔

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم
(آل عمران - ۱۷)

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی طاقت
غالب نہیں آسکتی،

ومن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ
فقد استمسك بالعروۃ الوثقی
لا انفصام لها (البقرہ - ۳۴)

جس شخص نے طاغوت (گمراہ کرنے والی طاقتوں)
کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے ایک
مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں ہے

رجا و خوف

(۸) رجا و خوف۔ اس سے انسان سب سے بے نیاز و بے خوف ہو کر صرف اللہ
سے امید و خوف کا تعلق قائم کرتا ہے اور اس کی زندگی میں مرکزیت اور اعتقاد میں قوت
پیدا ہوتی ہے جس پر فلاح و کامیابی کا مدار ہے، قرآن حکیم میں ہے:

لم یتخذ ولدا ولم یکن له
شریك فی الملك (بنی اسرائیل - ۱۲)

اللہ کوئی اولاد نہیں رکھتا اور نہ ملک
میں اس کا کوئی شریک ہے،

من ذا الذی یشفع عندہ
الا باذنه (بقرہ - ۳۴)

ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر
اس کے پاس سفارش کرسکے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرك به
ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء
(نساء - ۱۸)

بیشک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو اس کے
ساتھ کسی کو شریک کرے، اس کے سوا
جس کو چاہے بخشدے،

ولا تفسدوا فی الارض بعد
اصلاحها وادعوہ خوفا و
طمعا (اعراف - ۷)

تم زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد
مت پھیلاؤ اور اللہ کو خوف و امید سے
پکارو

تاریخ کا یہ عجیب و غریب واقعہ ہے کہ یونان کے حکما نے جب اپنے سرکش حکمرانوں کی

تو شرک کو زیادہ سے زیادہ رواج دیا اور یہ تخیل پیش کیا کہ جس طرح نظام کائنات
تعدد میں نہیں ہے، اسی طرح حکومت اور بادشاہت بھی ایک کے ہاتھ میں ہونی
رسے یونان کے لوگ بڑی آسانی سے بادشاہ کو اپنے مقام سے نیچے اتارنے میں
ئے۔ (انقلاب فرانس)

فلسفۂ تاریخ میں قدیم رومن قوم کی حقیقی عظمت دو چیزوں میں بیان کی جاتی ہے،
رگی کی محدودیت اور (۲) اعتقاد میں قوت کہ ہر شخص جان و مال، اہل و عیال
عتقاد پر قربان کر دیتا ہے (انقلاب الامم ص ۱۴۷)

شجاعت و بہادری۔ اس سے انسان میں حقیقت پسندی اور خود اعتمادی
ور وہ جھوٹے بھروسوں و غلط امیدوں کو چھوڑ کر حصولِ مقصد کے لیے بڑی سی
ریغ نہیں کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

للانسان الا ما سعیٰ — انسان کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے
جم - ۳) — جد و جہد کی ہے،

وا فسیری اللہ عملکم — اے پیغمبر، آپ کہہ دیجئے تم عمل کئے جاؤ
و المومنون (توبہ - ۱۳) — اللہ اس کا رسول اور مومنین تمہارا عمل دیکھیں گے

ہ سوف یری ثم — انسان کی جد و جہد یقیناً دیکھی جائے گی
جزاء الاوفیٰ (نجم - ۳) — اور اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

شتریٰ من المومنین — بیشک اللہ نے مومنین کی جان اور ان کے
وا موالھم بان لھم — مال خرید لیے ہیں اس کے بدلہ کہ ان کیلئے
تلون فی سبیل اللہ — جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں

یقتلون و یقتلون (توبہ - ۱۴) — قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں

صفات امتیازی کے عکس سے پیدا شدہ محاسن

صفات امتیازی کے عکس سے جو محاسن پیدا ہوتے ہیں انکی دو قسمیں ہیں
(۱) وہ جن کا تعلق ذاتی کردار کی خوبی و بلندی سے ہے۔
(۲) اور جن کا تعلق دوسرے انسانوں کی فلاح و بہبود سے ہے،

(پہلی قسم کی تفصیل یہ ہے:-

سچائی اور خلوص
جھوٹ اور نفاق

صفات امتیازی میں سب سے بڑی صفت سچائی اور خلوص ہے
قرآن حکیم میں ہے:-

ومن اصدق من اللہ حدیثا — اللہ سے زیادہ سچا بات میں کون ہے
ومن اصدق من اللہ قیلا (نساء - ۱۷) — اللہ سے زیادہ سچا گفتگو میں کون ہے
وعد اللہ حقا (نساء - ۱۸) — اللہ کا وعدہ سچا ہے،

سچائی کی کئی قسمیں ہیں: زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی، زبان کی سچائی یہ ہے
کہ جھوٹ اور خلاف واقعہ بات زبان سے نہ نکالی جائے، دل کی سچائی یہ ہے کہ زبان سے جو بات
کہی جائے، دل سے بھی اس کی تصدیق کرے، عمل کی سچائی یہ ہے کہ زبان و دل سے جس کا اظہار
کیا جائے، اس کے مطابق عمل بھی ہو، یہ سچائی کی سب سے کامل شکل ہے، اسی کا نام اخلاص ہے

انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ — مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر
ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا — ایمان لائے پھر (اس میں کوئی) شک و شبہہ
باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ — نہیں کیا، اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان
اولئک ھم الصادقون — سے جہاد کیا، یہی لوگ سچے ہیں،

جھوٹ اس کی ضد ہے، اس کی بھی قسمیں ہیں، زبان سے جھوٹ بولا جائے، یا زبان سے جو کچھ

ے، دل سے اس کی تصدیق نہ کیجائے یا اس کی مخالفت کیجائے اور عمل اس کے خلاف ہو
م ریا اور منافقت ہے، جھوٹ کی یہ دونوں قسمیں بری ہیں،

فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین (آل عمران) — پھر ہم جھوٹوں پر لعنت بھیجیں،

ان لعنۃ اللہ علیہ ان کان من — اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں
لکاذبین (نور - ۱) — میں سے ہے۔

بان سے کچھ کہنا اور دل میں کچھ رکھنا یعنی نفاق صریح جھوٹ سے بھی برا ہے، اس لیے
یں نفاق و منافقین کی بڑی مذمت ہے،

اللہ یشہد ان المنافقین — اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافق
ذبون (منافقون - ۱) — جھوٹے ہیں،

زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ رکھتے ہیں،

ولون بافواہھم مالیس — منہ سے وہ جو کہتے ہیں وہ ان کے دل میں
قلوبھم (آل عمران - ۱۷) — نہیں ہے،

فق جو کچھ کہتے ہیں اس کے خلاف عمل کرتے ہیں

اخلفوا اللہ ما وعدوہ — اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف
کانوا یکذبون (توبہ - ۱۰) — کیا اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے،

سچوں کو ان کی سچائی کا پورا بدلہ دے گا اور منافقین کو خواہ سزا دے خواہ ان کی تو

زی اللہ الصادقین بصدقھم — "اگر اللہ سچ بولنے والوں کو انکی سچائی کا
ذب المنفقین ان شاء او — بدلہ دے اور منافقین کو اگر چاہے تو سزا دے!

یتوب علیھم (احزاب ۳) — ان کی توبہ قبول کرے۔

اس لیے مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں، پھر پوچھا گیا کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں، تیسری مرتبہ سوال کیا گیا، کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ (موطا امام مالک باب ماجاء فی الصدق والکذب)

جھوٹ میں یہ شکلیں بھی شامل ہیں، مثلاً
تصنع اور بناوٹ سے اپنے کو وہ ظاہر کرنا جو نہیں ہے،
لطف اندوزی کے لیے تفریحی طور پر جھوٹی باتیں کرنا،
سنی سنائی باتیں بلاتحقیق کہتے پھرنا وغیرہ۔

قرآن حکیم میں ہے

ولا تقف مالیس لک بہ علم — جس کا علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو بیشک
ان السمع والبصر والفؤاد — کان، آنکھ اور دل ان سب کی اس سے
کل اولئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل - ۴) — پوچھ گچھ ہوگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

کفی بالمرء کذبا ان یحدث — آدمی کو یہ جھوٹ کافی ہے کہ جو سنے
بکل ما سمع (مشکوۃ و مقدمہ مسلم) — وہ کہتا پھرے۔

سخاوت و فیاضی | سخاوت و فیاضی کے معنی ہیں دوسروں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا۔
اس کی بہت سی شکلیں ہیں، مثلاً
(۱) اپنا حق معاف کر دینا
(۲) اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دینا۔

(۳) مال، قوت اور دماغ دوسروں کی فلاح وبہبود میں خرچ کرنا۔

(۴) اپنا نقصان برداشت کرکے دوسروں کے لیے سہولت فراہم کرنا۔

(۵) خود کو فنا کرکے دوسروں کے بقاء کا سامان کرنا وغیرہ۔

سخاوت وفیاضی کے بغیر نہ ہمدردی ومحبت پیدا ہوتی ہے جو انسانیت کا جوہر ہے اور نہ نیکی کا کمال حاصل ہوتا ہے جو انسانیت کا زیور ہے، اس لیے قرآن مجید میں انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید ہے،

یاَیّھا الذین اٰمنوا انفقوا من	اے ایمان والو جو ہم نے دیا ہے اس میں
ما رزقنٰکم من قبل ان یاتی یوم	خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے
لابیع فیہ ولا خلّۃ ولا شفاعۃ	جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی
والکٰفرون ھم الظالمون (بقرہ-۵)	ہوگی اور نہ سعی وسفارش اور کافر ہی ظالم ہیں

دوسری جگہ ہے

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون	تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک
(آل عمران - ۱۰)	کہ اپنی محبوب ترین چیزیں نہ خرچ کرو۔

سخاوت وفیاضی سے مال ودولت کی محبت نکلتی ہے، جو بہت سی برائیوں کی جڑ ہے۔

الشیطٰن یعدکم الفقر ویامرکم	شیطان تمھیں محتاجی کا خیال دلاتا ہے اور
بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ	بےحیائی کی بات (بخل) کا حکم دیتا ہے اور
منہ وفضلا واللہ واسع علیم	اللہ اپنی طرف سے مغفرت وفضل کا وعدہ
(بقرہ - ۳۷)	کرتا ہے، اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے

سخاوت وفیاضی سے حکمت ودانائی حاصل ہوتی ہے، چنانچہ اسکے بعد ہی یہ آیت ہے:-

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً (بقرہ-۳۷)	وہ دیتا ہے حکمت جس کو چاہتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو بڑی دولت ملی

حکمت اتنی بڑی نعمت اور دولت ہے کہ تقریباً ہر پیغمبر کے تذکرہ میں اس کا ذکر ملتا ہے،

امام راغب اصفہانی نے حکمت کی یہ تعریف کی ہے،

والحکمۃ اصابۃ الحق بالعلم	علم اور عقل کے ذریعہ حق بات تک پہنچنا
والعقل (مفردات القرآن ص ۱۲۶)	حکمت ہے۔

لسان العرب میں ہے:

والحکمۃ عبارۃ عن معرفۃ افضل الاشیاء بافضل العلوم (لسان العرب)	افضل چیزوں کی افضل علوم کے ذریعہ معرفت حاصل کرنا حکمت ہے

ابن مسکویہؒ نے حکمت کے تحت یہ چیزیں بیان کی ہیں

ذکاوت وذہانت، سرعتِ فہم، قوتِ فہم، ذہن کی صفائی، عقل کی رسائی اور سہولت تعلیم وغیرہ

اس کے بعد کہتے ہیں:

وبھذہ الاشیاء یکون حسن	ان چیزوں کے ذریعہ حکمت کی حسن
الاستعداد للحکمۃ (تہذیب الاخلاق)	استعداد پیدا ہوتی ہے۔

مفسرین نے حکمت کے بہت سے معنی بیان کیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے[1]

"حکمت ایسی قوت کا نام ہے کہ اس کے ذریعہ حقایق کی معرفت حاصل ہوتی ہے، ہر شے کو مناسب محل میں رکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، نیز حکمت حاصل ہونے کے بعد انسان کی توجہ اخلاق انسانی کی تہذیب پر مرکوز ہوتی اور اس کی جد وجہد اس مقدس کام میں صرف ہونے لگتی ہے"

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "عروج وزوال کا الٰہی نظام" ص ۸۸)

رآن حکیم نے سخاوت وفیاضی کا نہایت اونچا معیار مقرر کیا ہے، مثلاً

۱) کوئی نکمی چیز کسی کو نہ دیجائے جس کو خود لینا پسند نہ کرتا ہو، (۲) دینے کے بعد اسکے بدلہ میں
ہ نہ حاصل کیا جائے (۳) الاہانہ دیا جائے (۴) اذیت نہ پہنچایا جائے (۵) احسان نہ جتایا جائے
ی توقع نہ رکھی جائے،

ایھا الذین آمنوا انفقوا من
یبت ما کسبتم وما اخرجنا لکم
ن الارض ولا تیمموا الخبیث
نہ تنفقون ولستم باٰخذیہ
لا ان تغمضوا فیہ (بقرہ ۵-۳۶)

اے ایمان والو جو تم نے کمایا اور جو ہم نے
زمین سے نکالا ہے اس میں سے اچھی چیزیں
خرچ کرو، اور بری چیزوں کے دینے کا ارادہ
نہ کرو جس کو تم خود لینا پسند نہیں کرتے ہو مگر
یہ کہ چشم پوشی کر کے لے لو

وسری جگہ ہے

ایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا
صدقتکم بالمن والاذیٰ (بقرہ ۳۶)

اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان
جتا کر اور تکلیف پہنچا کر برباد نہ کرو

یک اور جگہ ہے

لذین ینفقون اموالھم فی
بیل اللہ ثم لا یتبعون ما
نفقوا منا ولا اذی لھم
جرھم عند ربھم (بقرہ ۳۶)

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں
پھر اس کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ
کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ کے نزدیک
ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

خاوت وفیاضی سے روکنے والے عموماً یہ دو قسم کے خیال ہوتے ہیں،

۱) اپنی چیز دوسروں کو کیوں دی جائے،

(۲) دوسروں کو دینے سے کمی یا خود کو تکلیف ہو جائے گی۔

قرآن حکیم نے پہلے خیال کو اس طرح غلط ٹھہرایا کہ ہر شیٔ کا مالک اللہ ہے، انسان کی حیثیت "امین" کی ہے، اور امین تصرفات میں مالک کے حکم کا پابند ہوتا ہے، دوسرے خیال کو اس طرح غلط ٹھہرایا کہ کمی بیشی، آرام وتکلیف سب اللہ کے اختیار میں ہے، بندہ اللہ کا ہر حال میں محتاج ہے،

وما لکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ
وللہ میراث السموات والارض (حدید ۱)

تمھیں کیا ہوگیا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں
کرتے، حالانکہ آسمان و زمین کی میراث اللہ کی ہے

دوسری جگہ ہے

انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ
(حدید - ۱)

خرچ کرو اس سے جس میں اس نے تمھیں
اپنا قائمقام بنایا ہے

ایک اور جگہ ہے

لہ مقالید السموات والارض
یبسط الرزق لمن یشاء و
یقدر انہ بکل شئ علیم
(توبہ - ۵)

آسمان و زمین کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں
جس کی روزی چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے
اور جس کی چاہتا ہے کم کرتا ہے بیشک
وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔

سخاوت وفیاضی کی ضد بخل ہے،

سخاوت وفیاضی کی ضد بخل ہے، جو بہت سی برائیوں اور بداخلاقیوں کا سرچشمہ ہے، مثلاً حرص، طمع، خیانت، بے مروتی، بے رحمی، سنگدلی، تنگ نظری، کم ہمتی، بدسلوکی اور خود غرضی وغیرہ، اس لیے قرآن مجید نے اس کی بڑی مذمت کی ہے، اور اسکی برائیاں بھی واضح کردی ہیں،

والذین یکنزون الذھب

جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں

...الفضة ولا ينفقونها فی سبیل اللہ
فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی
علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا
جباھھم وجنوبھم وظھورھم
ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا
ما کنتم تکنزون
(توبہ - ۵)

اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انکو
دردناک سزا کی خوشخبری سنا دیجئے جس دن
اس کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائیگا
پھر اس سے انکی پیشانیاں، پہلو اور
پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائیگا کہ
یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا
تھا، اب اس کا مزہ چکھو۔

...لا انھا لظی نزاعۃ للشوی
...عوا من ادبر وتولی وجمع فاوعی
(معارج - ۱)

ہرگز نہیں وہ تپتی آگ ہے جو کھال تک
کھینچ لینے والی ہے، پکارے گی اسکو جس نے
پیٹھ پھیر لی اور اعراض کیا اور مال جوڑ
اور جمع کرکے رکھا۔

...ایت الذی یکذب بالدین
...ذلک الذی یدع الیتیم ولا
...ض علی طعام المسکین (ماعون)
...ی جمع مالا وعددہ یحسب
...الہ اخلدہ کلا لینبذن
...الحطمۃ (ہمزہ)
...بل لا تکرمون الیتیم ولا
...تحضون علی طعام المسکین

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو جزا کے دن
کو جھٹلاتا ہے، یہی وہ شخص ہے جو یتیموں کو دھکے
دیتا اور محتاج کو کھلانے پر دوسروں کو نہیں آمادہ (کرتا)
جس نے مال جمع کیا اور گنا کیا اس کا خیال
ہے کہ مال اس کو ہمیشہ رکھیگا، ہرگز نہیں وہ
ضرور دوزخ میں ڈالا جائے گا۔
ہرگز نہیں بات یہ ہے کہ تم یتیموں کی عزت
نہیں کرتے مسکینوں کے کھانے پر ایک

وتاکلون التراث اکلا لما
وتحبون المال حبا جما
(فجر - ۱)

دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے اور میراث
کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال و دولت سے
بڑی محبت رکھتے ہو۔

ان اللہ لا یحب کل مختال فخور
الذین یبخلون ویامرون الناس
بالبخل ویکتمون ما اتھم اللہ
من فضلہ (نساء - ۲)

بیشک اللہ اترانے والے اور شیخی
مارنے والے سے محبت نہیں کرتا
جو خود بھی بخل کرتے اور لوگوں
کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں، نیز جو
کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے
دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں۔

بخل کا نقصان تنہا ایک فرد یا چند افراد کو نہیں بلکہ پوری جماعت کو پہنچتا ہے، اسی بنا پر بااوقات بخل کی شدت ایمان کو برباد کر دیتی اور پوری جماعت کو ذلیل و خوار بنا دیتی ہے،

ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا
فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل
ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ
واللہ الغنی وانتم الفقراء
وان تتولوا یستبدل قوما
غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے،
تو تم میں کچھ لوگ بخل کرتے ہیں، اور جو کوئی
بخل کرتا ہے وہ اپنے ہی سے بخل کرتا ہے،
اللہ غنی اور تم ہی محتاج ہو اگر تم اعراض
و روگردانی کروگے تو اللہ بدل کر تمھاری
جگہ دوسری قوم لائے گا جو تم جیسی نہ ہوگی،

ایک آیت میں بخل کا نتیجہ نفاق قرار دیا گیا ہے جو ایمان کو برباد کرتا ہے۔

فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی

پھر اللہ نے اس کا (بخل) نتیجہ ان کے

...ـه (توبہ - ۱۰) دلوں میں نفاق رکھا قیامت کے دن تک

...ے۔

...سبیل اللہ ولا تلقوا ... التھلکۃ (بقرہ - ۲۴) اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

...ت کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بخل سے پناہ مانگی ہے

...من البخل میں تجھ (اللہ) سے بخل سے پناہ مانگتا ہوں

...ا ضروری ہے کہ بخل کا تعلق صرف مال و دولت سے نہیں ہے بلکہ علم و عقل، قوت

...ولت وغیرہ جو کچھ اللہ نے انسان کو دیا ہے، ان سب تک بخل کی رسائی ہو

...بھی اپنے درجہ کے لحاظ سے سزا کا مستحق ہے،

سیرۃ النبی حصہ ششم

...ں کا یہ حصہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اس میں پہلے اسلام

...ت بتائی گئی ہے، پھر اسلام کی اخلاقی تعلیمات، تمام فضائل و رذائل

...و ایک ایک کرکے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور حضور کے

...ندگی کے واقعات کی روشنی میں دکھایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

...حیثیت سے بھی کتنا بلند اور ارفع ہے۔

...مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

قیمت :- ۵۰ پیسے

عربی زبان وادبیات
میں
ہندی کے اثرات

از مولوی عبدالمجید صاحب ندوی بی اے ناظر کتب خانہ دارالمصنفین

جب دو قوموں میں کسی نوع کا ربط و تعلق پیدا ہوگا تو دونوں کا ایک دوسرے کے تہذیبی اور لسانی اثرات سے متاثر ہونا فطری ہے۔ اسی لیے دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو دوسری قوموں کے اثرات سے خالی ہو، اور یہ تعلق جس قدر گہرا ہوگا اس کے اثرات بھی اتنے ہی گہرے ہوں گے، زبان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، زبان پر یہ اثرات بعض اوقات اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ اس کی ہیئت ہی کو بدل دیتے ہیں، اسکی مثال فارسی اور ترکی زبان میں عربی اور انگریزی زبان میں یونانی اثرات ہیں،

عرب اور ہندوستان کے تعلقات بہت قدیم ہیں، ظہور اسلام سے صدیوں پہلے عرب تاجر بحری راستے سے مشرق وسطیٰ اور افریقہ کی مصنوعات اور پیداوار ہندوستان، سیلون، برہما اور چین و جاپان پہنچاتے تھے، اور ان مقامات کا سامان افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں لیجاتے تھے۔ ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں ان کی تجارتی کوٹھیاں تھیں، اور جنوبی ہندوستان میں تو ان کی مستقل نوآبادیاں قائم ہوگئی تھیں، اور اسی زمانے سے عربی زبان ہندوستانی زبانوں سے متاثر ہونے لگی تھی، سندھ اور ہندوستان کی فتوحات کے بعد یہ اثرات اور زیادہ گہرے اور پائیدار ہوگئے، اس مضمون کا مقصد ان ہی اثرات کو دکھانا ہے۔ یہ اثرات تین قسم کے ہیں:

(۱) عربی میں ہندی وسنسکرت کے الفاظ واسماء (۲) ان کے امثال وحکم (۳) قصص و
[...] ۔

[...]عربی میں سب سے پہلے ہندی اور سنسکرت کے الفاظ تجارت کی راہ سے آئے، کتاب البلدان میں ہے:

[...]خص اللہ عز بلاد السند والہند
[...] ... والاعواد والعنبر والقرنفل
[...]لسنبل والخولنجان والدارصینی
[...]لنارجیل والہلیلج والتوتیا
[...]لقنی والخیزران والبقم
[...]صندل والساج والفلفل
[...]جائب کثیرۃ (کتاب البلدان ص ۲۵۱)

اللہ تعالی نے سندھ وہند کے شہروں کو
..... عود، عنبر، لونگ، سنبل، پان
دارچینی، ناریل، ہیڑا، بہیڑا، توتیا، نیزے
بید، بقم، صندل، ساگوان، سیاہ مرچ
اور دیگر عجیب وغریب چیزوں کی
پیداوار سے نوازا ہے۔

[...] اقتباس کے الفاظ سب کے سب ہندوستانی ہیں، ایسے ہی سیکڑوں الفاظ عربی میں
[...]ل گئے ہیں کہ لغت کی مدد کے بغیر ان کا پہچاننا مشکل ہے، اس مضمون میں ایسے الفاظ کی
[...]ش کی جاتی ہیں۔

[...]وں نے اس لفظ کو مختلف معنوں اور مختلف صیغوں میں استعمال کیا ہے، یہ لفظ انھیں تنا
[...]نھوں نے اپنی عورتوں اور معشوقاؤں کا نام ہند رکھا، اور عربی شاعری میں اس نام
[...]ت ہے جو فارسی میں لیلیٰ اور شیریں کی ہے، سیبویہ کہتا ہے:۔

[...]ن قد علقتک بعد ہند — فشیبنی الخوالد والھنود

[...]ہ کے بعد خالدہ نے تیرا دل جیت لیا ہے، مجھے تو ان نازنینوں نے بوڑھا کر دیا)

[...] دوسرا شاعر کہتا ہے:۔

الالا ابالی الیوم مافعلت ہند — اذا بقیت عندی الحمامۃ والورد

(سن لو کہ مجھے اب ہندہ کے فعل کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میرے پاس کبوتر اور گلاب ہیں)

"ہند" کی جمع "ہندات"، "ہنود"، "أہند"، "اہناد" اور "اہاند" آتی ہے،
[...]دور کے ایک شعر کا مصرعہ ہے:۔

"حتی استباح السند والاہاند"

(یہاں تک کہ سندھ وہند والوں کو مباح الدم بنا دیا)

"ہند" میں یائے نسبتی لگا کر "ہندی" بولتے ہیں، عدی بن رقاع کہتا ہے:

رب نار بت ارمقہا — تقضم الہندی والغار

(کتنی ہی ایسی آگ دیکھ کر میں نے رات بسر کی ہے جو عود ہندی اور غار کے درخت کو کھا جاتی ہے)

کبھی کبھی یائے نسبتی سے پہلے کاف لگا کر "ہندکی" بولتے ہیں جس کی جمع "ہنادک" آتی ہے۔
کثیر کے ایک شعر کا مصرعہ ہے:۔

"طما لہم یوفون الوعور ہنادکا"

ابن حبیب کی تشریح کے مطابق اس مصرعہ میں "ہنادک" کا لفظ "رجال الہند" کیلئے
استعمال ہوا ہے۔

| بروص | یہ گجرات کے مشہور شہر بھڑوچ کا معرب ہے، تاریخ مسعودی میں ہے:

وہنالک مدینۃ الدیبل بہ
یتصل ساحل الہند الی بلاد
بروص والیہا یضاف القنا
البروصی (المسعودی ج ۱ ص ۱۳۹)

اور یہیں دیبل کا شہر ہے جس سے ہندوستان
کا ساحل متصل ہو کر بھڑوچ کے علاقہ تک
چلا گیا ہے، اسی (بھڑوچ شہر) کی طرف
بھڑوچی نیزے منسوب ہیں۔

اس لفظ کو بلاذری نے بھی "فتوح البلدان" میں استعمال کیا ہے:۔

وجهه الحكم ايضاً الى بروص	حکم نے اپنے بھائی مغیرہ کو خلیج دیبل کا کنارہ
ووجهه اخاه الى المغيرة بن ابي	سمجھ کر خود بھڑوچ پر چڑھائی کی اور دشمن
العاص الى خور الديبل فلقى العدو	کے مقابلہ میں کامیاب ہوا۔
وظفر (فتوح البلدان ص ۴۸۸)	

عرب شاعروں نے بھی اس لفظ کو استعمال کیا ہے، ایک شاعر کہتا ہے:۔

الفت قوساً ذی انتقاء　　　جاء بها جالب بروصاء

(میں تعریف کرتا ہوں اس صاف شفاف تلوار کی جس کو لانے والا بھڑوچ سے لایا ہے)

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

من شفق خضر بروصات　　　صفر اللحاء والخلوقيات

(پیلے اور ہرے بھڑوچی بید جن کے چھلکے بھی پیلے ہوتے ہیں)

نیلج | یہ لفظ ہندی کی زبان میں "نیل" تھا، عربی میں اس کی شکل "نیلنج" ہوگئی، یہ ایک ہندوستانی رنگ ہے، لسان العرب میں ہے:۔

النيلج ..... يعالج به الوشم	نیلج (نیل) کو گودنے میں نیلا رنگ
ليخضر	دینے کے لیے بھرا جاتا ہے۔

عربی اشعار میں بھی یہ لفظ ملتا ہے، ابن الاعرابی کے شعر کا مصرعہ ہے:۔

"سوداء لم تخطط له نيلجا"

اس مصرعہ میں "نیلج" کا لفظ "نیل" کے لیے استعمال ہوا ہے

کرمج | یہ ہندی میں "کرمج" تھا، یہ ایک قسم کا رنگ ہے۔ عربی میں آنے کے بعد اس کی صورت

"قرمز" بن گئی، لسان العرب میں ہے:۔

القرمز صبغ احمر	قرمز ایک قسم کے سرخ رنگ کو کہتے ہیں

موز | یہ لفظ ہندی میں "موشہ" تھا، عربی میں آکر "موز" ہوگیا، لسان العرب میں ہے:۔

الموز معروف	موز (کیلا) بہت مشہور پھل ہے

مقدسی "احسن التقاسیم" میں شہر سندھ کے متعلق لکھتا ہے:

هو اقليم حار به نخيل و	ملک سندھ گرم ہے، یہاں کھجور، ناریل
نارجيل وموز	اور کیلے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔

فوطہ | ہندی میں اس کی اصل صورت "پٹ" یا "پوت" لنگی یا انگوچھا تھی، عربی میں فوطہ بن گئی، عربی لسانیات کے ماہر ابو منصور کا بیان ہے:۔

لم اسمع فی شیٔ من کلام العرب	لفظ فوطہ کو عربی کلام میں میں نے نہیں
فی الفوطة ..... فلا ادری	سنا، اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ عربی ہے
اعربی ام لا	یا معرب و دخیل

مشہور سیاح و تاجر سلیمان تاجر کے سفرنامہ میں ہے:۔

واهل الهند يلبسون فوطتين	اہل ہند دو لنگیاں استعمال کرتے تھے
ويتحلون باسورة الذهب	اور مرد و عورت سونے اور جواہرات
والجواهر الرجال والنساء	کے کنگن اور زیور پہنتے تھے۔

(سلسلة التواريخ ص ۵۹)

نارجیل | ہندی میں یہ "ناریل" تھا عربی میں نارجیل بن گیا، لسان العرب میں ہے:۔

النارجيل الجوز الهندي	ناریل ہندوستانی اخروٹ ہوتا ہے،

عرب اس کو ہمزہ کے تلفظ سے بھی بولتے ہیں، لسان العرب میں ہے:۔

وفی لغة الناجیل والنأرجیل بالهمز

ایک تلفظ اس کا نأجیل و نأرجیل یعنی ہمزہ کے ساتھ بھی ہے۔

سلیمان تاجر لکھتا ہے:۔

وھذہ الجزائر التی تملکھا المرأة عامرة بنخل النارجیل

(سلسلة التواریخ ص ۶)

ان جزیروں (جزائر شرق الہند اور جزیرہ نما ہند) میں جہاں عورت کی حکمرانی ہے، ناریل کے درختوں کی کثرت ہے۔

ط | ہندی میں "کُٹھ" یا "کسٹ" تھا، عربی میں "قسط" ہو گیا، لسان العرب میں ہے:۔

القسط عود یجاء بہ من الھند یجعل فی البخور والدواء

(ایضاً)

قسط ایک خوشبو ہے جو ہندوستان سے حاصل کیجاتی ہے، اور دوا و عطریات میں استعمال ہوتی ہے۔

سفرنامۂ ابن خرداذبہ میں ہے:۔

ومن السند القسط والقنا والخیزران

سندھ سے قسط (کسٹ) نیزہ اور بید درآمد ہوتی تھی۔

قسط کو قسط اور کسط بھی بولتے ہیں، لسان العرب میں ہے:۔

ویقال لھذا البخور وکسط وقسط

اسے قسط، کسط اور قسط تینوں طرح سے بولا جاتا ہے۔

| "عود" بھی ہندی زبان کا لفظ ہے، جو اصل میں "اُوُد" تھا، عربی میں عود ہو گیا

العرب میں ہے:۔

والعود الخشبة المطرّاة یدخن بھا

عود خوشبودار ملائم لکڑی ہوتی ہے

بھا وقیل ھو القسط البحری وقیل ھو الذی یتبخر بہ

جسے دھونی کے کام میں لایا جاتا ہے، اسے بحری قسط بھی کہتے ہیں اور اس کا اطلاق خوشبو کے لیے سلگائی جانیوالی چیز پر بھی ہوتا ہے

حدیث میں بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے:۔

علیکم بالعود الھندی

عود ہندی استعمال کرو۔

جاحظ لکھتا ہے:۔

ومن عندھم جاء الملوک بالعود الھندی لا یعدلہ عود[1]

ان ہی کے پاس سے وہ عود ہندی بادشاہوں کے پاس آتا ہے جسکی نظیر نہیں

شعراء کے کلام میں بھی یہ لفظ آیا ہے، شعراء مولدین میں سے کسی کا شعر ہے:۔

وقھوة من سلاف الدن صافیة | کالمسک والعنبر الھندی والعود

(اور شراب سے بڑھ کر صاف وستھرا لطیف قہوہ، جیسے ہندوستانی مشک و عنبر اور عود)

عود کی جمع "اعواد" اور "عیدان" آتی ہے۔

یہ خوشبو عموماً کارومنڈل سے عرب جایا کرتی تھی، اس لیے اس کو "مندلی" بھی بولتے ہیں

مشہور نحوی عالم مبرد کا بیان ہے:۔

المندل العود الرطب ھو المندلی

مندل اور مندلی تر و تازہ عود ہندی کو کہتے ہیں

عربی اشعار میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، عمرو بن طناب کہتا ہے

اذا ما مشت نادی بما فی ثیابھا | ذکی الشذا والمندلی المطیر

(جب وہ چلتی ہے تو اس کے کپڑوں کی تیز خوشبو اور مندلی عود اس کے حسن کا اعلان کرتی ہیں)

وَبل | ہندی میں اس کی اصل صورت "کوبل" تھی جس کے معنی سپاری (ڈلی) کے ہیں، لسان العرب میں ہے:

[1] فخر السودان علی البیضان ص ۸۰

الفوفل ثمر نخلة وهو صلب — فوفل کھجور جیسا ایک پھل ہے جو نہایت سخت ہوتا ہے،

عجائب الہند میں ہے

وحدثنی ان بقنوج من بلدان ... من یاخذ الفوفل بین شفریها فیکسرها قطعا من شدة ما تضغطها (عجائب الہند ...)

مجھ سے بیان کیا کہ ہندوستان کے شہر قنوج میں بعض لوگ سپاری دونوں لبوں سے دبا کر توڑ دیتے ہیں،

اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے

فجعله فی صینیة وجعل علیه الکافور حوله الهیل والتانبول والنورة ... الفوفل وضرب الطبل (ایضاً)

پس اس کو (یعنی طوطے کو) ایک سینی میں رکھ کر اس پر کافور رکھا اور اسکے ارد گرد الائچی، پان، چونا اور سپاری رکھی پھر طبل بجوایا۔

... بھی ہندی الاصل ہے، سنسکرت میں اس کی اصل صورت "پپلی" تھی، جو فارسی میں "پلپل" ... عربی میں پہنچکر "فلفل" بن گئی، یہ لفظ عربی میں مکسور و مضموم دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے

... العرب میں ہے :-

الفلفل (کهدهد و زبرج) ... حب هندی معروف وهو معرب ... بالکسر لا ینبت بارض العرب

فلفل ایک مشہور و معروف ہندستانی دانہ ہے یہ پپلی کا معرب ہے، عرب میں یہ نہیں پیدا ہوتا ہے۔

... المسالک والممالک میں ہے :

... ذکر البحریون ان علی کل عنقود ... غاشیة الفلفل ورقة تکنفه ... من المطر فاذا انقطع المطر

بحری مسافروں کا بیان ہے کہ مرچ کے ہر خوشہ پر ایک پتی ہوتی ہے جو اسے بارش سے بچاتی ہے اور بارش کا سلسلہ جب موقوف ہو جاتا ہے

ارتفعت الورقة فاذا عاد المطر عادت (المسالک والممالک ص ۶۲)

تو وہ پتی اسکے اوپر سے ہٹ جاتی ہے اور جب پھر بارش شروع ہوتی ہے تو وہ پتی پھر اسے ڈھانک لیتی ہے۔

شعراء کے کلام میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، امرؤ القیس کہتا ہے :-

تری بعر الصیران فی عرصاتها — وقیعانها کانه حب فلفل

(نیل گایوں کی مینگنیوں کو تم پہاڑوں اور میدانوں میں دیکھتے ہو، گویا کہ وہ مرچ کے دانے ہیں)

مرقش اکبر یا مرقش اصغر کے شعر کا مصرعہ ہے :

وکانّ حبة فلفل فی جفنه

(گویا کہ ان کی پلکوں میں مرچ کے دانے ہیں)

اسے صیغوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے، امرؤ القیس کہتا ہے

کان مکاکی الجواء غدیة — صبحن سلافا من رحیق المفلفل

(جواء کی مرغابیاں ایسی مدہوش تھیں گویا کہ انھیں مرچ آمیز شراب کہنہ پلا دی گئی ہو)

جوزبوا | یہ سنسکرت میں "جائے پھل" تھا، عربی میں جوزبوا ہو گیا، سفر نامۂ ابو زید سیرافی میں یہ لفظ اس طرح استعمال ہوا ہے :

وفی منابته ...... الجوزبوا والقرنفل والصندل (اخبار الصین والهند ص ۱۲۲)

سرزمین ہند میں ...... جائے پھل لونگ اور صندل ہوتے ہیں۔

قرنفل | سنسکرت میں اس کی اصل شکل "کٹک پھل" یا "کرن پھول" تھی جو عربی میں قرنفل بن گئی، لسان العرب میں ہے

القرنفل والقرنفول شجر هندی لیس من نبات ارض العرب

قرنفل یا قرنفول ایک ہندستانی درخت ہے جو عرب میں نہیں ہوتا۔

ہمدانی کی کتاب البلدان میں ہے :-

وخص اللہ عزّوجلّ السند	ہندوستان کے شہروں کو عود، عنبر
والھند... الاعواد والعنبر	لونگ اور سنبل وغیرہ کی پیداوار کیلئے خدا نے
والقرنفل السنبل (ص ۲۱۵)	خاص فرمادیا ہے

شعراء کے کلام میں بھی یہ لفظ ملتا ہے، امرؤ القیس کہتا ہے

اذا قامتا تضوع المسک منھما نسیم الصبا جاءت بریا القرنفل

(جب وہ دونوں کھڑی ہوتی ہیں تو ان کے بدن سے مشک کی خوشبو اس طرح پھیلتی ہے گویا نسیم سحری لونگ کی...

...ازہری کا شعر ہے :-

وخود اناة کالمھاة عطبول کان فی أنیابھا القرنفول

(...وہ نیل گائے جیسی سیاہ چشم، گویا کہ اس کے دانتوں میں لونگ کی خوشبو ہے)

...اس کے صیغے بھی استعمال کیے گئے ہیں، لسان العرب میں ہے :-

طیب مقرفل ای فیہ قرنفل	طیب مقرفل اس خوشبو کو کہتے ہیں جس میں لونگ کی آمیزش ہو۔

کافور "کپور" کا معرب ہے، عربوں کو عطریات کا بڑا ذوق تھا تبت اور ہندستان کے ...قوں سے وہ عطریات درآمد کیا کرتے تھے، ان میں کافور کو خاص اہمیت حاصل تھی، ...عرب میں ہے

الکافور اخلاط تجمع من	کافور خوشبو کے چند عناصر کا مخلوط
الطیب	مجموعہ ہوتی ہے۔

...لفظ قرآن پاک میں بھی آیا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے :-

ان الابرار یشربون من کاس	اچھے لوگ ایسے جام نوش کریں گے
کان مزاجھا کافورا	جن میں کافور ملا ہوگا۔

عربی اشعار میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے،

نابغہ شیبانی کہتا ہے :-

کان مدامۃ من خمر مسک وکافورا ذکیا لم یغش

(گویا کہ وہ شراب ومشک آمیختہ تیز خوشبو والی کافور خالص ہے)

زنجبیل زنجبیل بھی اصلاً ہندوستانی لفظ ہے، یہ "زرنجابیرا" کا معرب ہے، زرنجابیر سنسکرت میں ادرک، یا سونٹھ کو کہتے ہیں، اس کو عرب بطور خوشبو استعمال کرتے تھے، لسان العرب میں ہے :-

والعرب تصف الزنجبیل	عرب زنجبیل کو خوشبو سے تعبیر
بالطیب وھو مستطاب	کرتے ہیں، جو ان کے نزدیک بہت
عندھم جدًا	پسندیدہ ہے۔

کبھی زنجبیل کو خوشبو میں بسی ہوئی شراب سے بھی تعبیر کرتے ہیں :

وزنجبیل عاتق مطیب

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ آیا ہے :

کان مزاجھا زنجبیلا

عرب شعراء نے بھی اس لفظ کو استعمال کیا ہے:-

اعشی اپنی کنیز کی شیریں دہنی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ۔ ع

کان القرنفل والزنجبیل باتا بفیھا واریا مشورا

(اس کے لب ودہن کی لطافت ایسی ہے گویا کہ اس کے شیریں دہن میں لونگ اور ادرک نے شب باشی کی ہو)

کرت میں" موشکا" تھا، عربی میں مسک ہوگیا، یہ بھی ایک خوشبو ہے،
ریں ہے

ث معروف .... مشک ایک مشہور ومعروف چیز ہے..
ک ضرب من الطیب ..... مسک ایک قسم کی خوشبو ہے

ں ہے :

ا فرصة من مسك مشک کی ایک ڈبیا رکھو اور اسے
ں بھا خوشبو حاصل کیا کرو۔

ار میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، جران العود کہتا ہے :۔

ں بالسباب وثوبھا جدید ومن اردانھا المسک تنفح

اتیں سنانے میں اس قدر عجلت پسندی سے کام لیا کہ اس کی عروسی پوشاک ابھی
ں کی آستینوں سے مشک کی خوشبو آرہی ہے)

ر ہے :۔

سی من ذبابات لحمک امر بھا الطیب من ریح المسک

ون کی دھار سے صحت کا مزہ پائے تو وہ مشک سے بھی اونچی خوشبو کی مستحق ہے)

عربی ادبیات میں ہندوستانی چینی مٹی کے برتن کے لیے استعمال ہوا ہے

ں ہے :۔

د ریدلا احسبھا ابن درید کا بیان ہے کہ غضارہ کا
ضة فان کانت لفظ عربی نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ عربی
اشتقا قھا من ہوتا تو اس کے معنی فارغ البالی و خوشحالی

غضارة العیش (وغضارة کے ہوتے، حالانکہ اس کے معنی ہری
العیش طیبه ونضرته) الغضا کھنکھناتی مٹی کے ہیں، جس سے وہ
للطین اللازب الاخضر برتن بنتا ہے جس کو غضار کہتے ہیں

...... ومنه یتخذ الخزف الذی
یسمی الغضارة

معجم البلدان میں ہے :

ومع غلامه غضارة فیھا اس کے لڑکے کے پاس چینی مٹی کا برتن
شیراز ...... یرید ان یقدمه (غضارہ) تھا جس میں شیراز کی تصویر
الی الملک ...... فقال بنی ہوئی تھی ..... وہ اسے بادشاہ
ارنی ھذا الشیراز .... کو پیش کرنا چاہتا تھا ....
وغطا الغلام الغضارة پس اس نے کہا کہ یہ شیراز مجھے دکھاؤ
...... ومضی لیقدمه اذا ...... لڑکے نے برتن (غضارہ)
قدمت المائدة ...... کو چھپا لیا ...... اور چلا گیا کہ دسترخوان
فبادر الیھودی .... ووصف له لگنے پر اس کو پیش کرے گا .... پس یہودی
الغضارة نے جلدی کی .... اور اس کے سامنے غضارہ
(چینی کے برتن) کے اوصاف بیان کیے۔

مسعر بن مہلہل جو ۳۳۱ھ میں ہندوستان آیا تھا اور جنوبی ہند کی سیر کی تھی، وہ کولم
(واقع ٹراونکور، مدراس) کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

وبھا تعمل غضائر تباع فی یہیں وہ مٹی کے برتن (غضائر) بنتے ہیں

...منا علی انہ صینی ولیس	جو ہمارے ملک میں چینی کہکر بکتے ہیں،
...صینی لان طین الصین	حالانکہ یہ چینی نہیں (بلکہ ہندی) ہیں کیونکہ
...ب منہ واصبر علی النار	ملک چین کی مٹی اس سے زیادہ سخت
...م البلدان لیاقوت لفظ "صین")	ہوتی ہے۔

...سنکرت میں اصل صورت "آم" تھی، عربی میں عنبا ہو گئی، شریف ادریسی نزہۃ

...تا ہے،

...وجد ببلاد الھند مناما	ہندوستان میں ایک اور پھل پایا جاتا ہے
...نبا وھو شجر کبیر شبہ	جسے آم (عنبا) کہتے ہیں، اس کا درخت
...ونا وورقہ کورقہ	اخروٹ کے درخت کی طرح بہت بڑا ہوتا ہے
...مثل ثمر المقل حلواذا	اور پتیاں بھی ویسی ہی ہوتی ہیں، اس کا پھل
...اولہ ویجمع فی ذالک العین	مقل کے پھل کی طرح گٹھلی دار اور نہایت
...نخل فیکون طعمہ	شیریں ہوتا ہے، اس کو سرکہ میں ڈالکر
...الزیتون سواء وھو	اچار بھی بناتے ہیں، جس کا مزہ زیتون
...د من الکوامخ الشھیۃ[1]	کی طرح ہوتا ہے، اس کا شمار ہندستان
	کے لذیذ ترین میووں میں ہوتا ہے۔

...سنسکرت لفظ ہے جس کی اصلی شکل "رتھ" ہے جو عربی میں "رخ" ہو گئی،

...خان والفرسان[2]	دو رخوں (رتھوں) کی ایک شکل اور دو گھوڑوں ...

[1] ...قسم الاول لنزہۃ المشتاق لشریف ادریسی [2] یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۹

قار سنسکرت میں یہ "تارکول" تھا "قار" دراصل تارکول کا معرب ہے، عجائب الہند میں ہے،

ثم یجعلون فوق الجلد القار	ترجمہ:	اور چمڑے پر روغن قار "تارکول" لگا دیتے
فلا ینفذہ ماء ولا غیرہ		ہیں جس سے اس میں پانی وغیرہ نہیں اترتا

رند یہ ایک خوشبو ہے جسے عربی میں "سنبل ہندی" بھی کہتے ہیں، ہندی میں اس کی صورت "الدا" (Nalada) تھی، قدیم فارسی میں بھی یہ "ناردا" کے نام سے استعمال ہوا ہے، عربی میں پہنچکر "رند" بن گیا، قیاس کے مطابق اسے "نرد" ہونا چاہیے تھا، مگر الٹ کر "رند" استعمال ہونے لگا[1]، لسان العرب میں ہے:

الرند.... العود الذی یتجز بہ	رند خوشبو والی عود ہندی کی ایک قسم ہے

ایک شاعر کہتا ہے:-

وبالرند احیانا فذالک وقودھا

(خوشبو کے لیے عود "رندی" کو اکثر اوقات اس کے یہاں سلگایا جاتا ہے)

ہرد یہ ایک ہندوستانی پودے کی جڑ ہوتی ہے، جسے زرد رنگ دینے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، ہندی میں اس کی اصل صورت "ہری دِرا" تھی، جو بعد میں ہلدی بن گئی، یہی لفظ عربی میں پہنچکر "ہرد" بن گیا، ابن البیطار لکھتا ہے:-

کانوا یاتون بہ من الھند	اسے عرب ہندوستان سے لاتے تھے

ایک روایت میں ہے:

ینزل عیسی بن مریم فی ثوبین مھرودین	عیسی بن مریمؑ ہلدی میں رنگے ہوئے دو کپڑوں میں نازل ہوں گے۔

[1] علاقۃ العرب التجاریۃ بالھند ص ۲۸ [2] سلسلۃ التواریخ ص ۱۳۰

...ایک ہندوستانی اونٹ ہے، اس کے دو کوہانیں ہوتی ہیں، صحاح میں ہے:۔

...: البعیر ذو السنامین | فالج دو کوہانوں والا اونٹ ہوتا ہے... یہ الگ
...من السند للفحلة | سندھ سے نسل کشی کے لیے لایا جاتا ہے۔

...قدسی اور ابن حوقل نے بھی اس کی یہی تعریف کی ہے:۔

...ائص السند: الفالج الذی | ایک سندھ کی خاص چیزوں میں سے "فالج" اونٹ بھی ہے
...شرق ... له سنامان ملیح | جو مشرق میں پایا جاتا ہے، اسکے دو کوہان ہوتے ہیں، یہ خوبصورت اور بہت
...ولا یملکه الا الملوک[۱] | وگراں قیمت ہوتا ہے، صرف بادشاہوں کی سواری کے کام آتا ہے

...کٹر سید محمد یوسف اس لفظ کی تحقیق میں لکھتے ہیں،

...کلمة سندیة محلیة والجیم فیها | "فالج" سندھ کی مقامی زبان کا لفظ ہے، اس میں
...عجمہ[۲] | جیم کا حرف ہی اسکی عجمیت پر دلیل ہے۔

...بھی اصلاً ہندی ہی ہے، ہندی میں اس کی صورت "پیلو" تھی، جو فارسی میں "پیل"
... اور عربی میں پہنچکر "فیل" ہو گئی، عربی ادبیات میں یہ لفظ بے تکلف استعمال ہوا

...ر سید محمد یوسف لکھتے ہیں:۔

...الموثوق به علی جلب | ہندوستان اور عرب کے درمیان قدیم بری تجارت کی
...ترًا من الهند "فیلة" ..... | دلیل، آشوری زبان میں "فیلہ" کے لفظ کا ذکر ہے
...باسم غیر معهود فی الآشو | جو اصلاً سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔
...نسکریتیہ[۳]

(باقی)

...ی المسالک ص ۲۳۱ [۲] علاقة العرب التجاریة بالهند ص ۵ [۳] ایضاً ص ۴

ادبیات

بیان حقیقت

از ڈاکٹر ولی الحق صاحب انصاری

ہیں سب وہ غم سمیٹ لوں جتنا جہاں میں ہے | یہ حوصلہ ابھی تو دلِ ناتواں میں ہے
الجھا ہوا جو دورۂ سود و زیاں میں ہے | وہ دل ابھی معارضۂ امتحاں میں ہے
مفہوم کیا بتاؤں جو غمِ نغماں میں ہے | دل کا ہے اک پیام جو دل کی زباں میں ہے
افلاس، بھوک، جہل سب ہندوستاں میں ہے | کس شے کا قحط اس مرے جنت نشاں میں ہے!
ہیں برگ ہائے زرد بھی تمہید رنگ و بو | رعنائیِ بہار بھی مضمر خزاں میں ہے؟
مانا کہ آپ عفو و کرم میں ہیں منفرد | ہم سا خطا شعار بھی کوئی یہاں میں ہے؟
ہم سا فرشتہ خو بھی زمانے میں ہو کوئی | ہم سا سیاہ کار بھی کوئی جہاں میں ہے؟
اب تک بنے ہوئے ہیں حسینوں کا کھیل ہم | اب تک زمامِ دل کفِ بازیگراں میں ہے
اہلِ جنوں کی بزم میں آئیں نہ بے خبر | ان کی جگہ تو حلقۂ دانشوراں میں ہے
افسانۂ حیات کوئی کیسے سمجھ سکے | اب تک تو یہ کشاکشِ شرح و بیاں میں ہے
اس کا نشہ ہے اور جو ساغر میں ہو شراب | اس کا ہے اور کیف جو چشمِ بتاں میں ہے
ہم خاک ہو چکے ہیں نشیمن بھی جل چکا | اب تک مگر غبارہ دلِ باغباں میں ہے

...س ہے اسی کا حقیقت میں زندگی — وہ خوف جو قفس میں نہیں آشیاں میں ہے

...ک یہی تو خدمت شیخ حرم میں تھا — جو رند آج صحبت پیر مغاں میں ہے

پہنائی فضا کی اسے کیا خبر وفاؔ
جو مرغک ضعیف ابھی آشیاں میں ہے

غزل

از جناب چندر پرکاش صاحب جوہرؔ بجنوری

...زہ ہے غم عشق کے فسانے کا — جدھر سے چاہوں بدل دوں میں رخ زمانے کا

...ے ساتھ رہے ذکر آشیانے کا — بہت حسین یہ عنواں ہے اس فسانے کا

...شاکش دنیا کہاں دل نازک — ترے اشارے پہ غم سہ لیا زمانے کا

...س بھی چمکتی ہے برق گلشن میں — میں سوچتا ہوں مآل اپنے آشیانے کا

...دیر و حرم گو بہت حسین سہی — مگر جواب کہاں تیرے آستانے کا

...ل چمن کے دلوں پہ کیا گذری — جہاں بھی ذکر چھڑا میرے آشیانے کا

...رہی مری تصویر زندگی ہوتی — میں اعتبار نہ کرتا اگر زمانے کا

...تی میں ہیں شورشیں مرے دم سے — ہے کائنات میں چرچا مرے فسانے کا

اس انقلاب گلستاں کو کیا کہوں جوہرؔ
بدل سکا نہ جو ماحول آشیانے کا

مطبوعات جدیدہ

حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط
حضرت عثمانؓ کے سرکاری خطوط
مرتبہ ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب، تقطیع کلاں، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، صفحات بالترتیب ۴۳۲ و ۲۰۶، قیمت غیر مجلد عشر و للعہ پتہ: ندوۃ المصنفین، جامع مسجد دہلی ۶

اسلامی تاریخ و سیر پر ڈاکٹر خورشید احمد فارق صدر شعبۂ عربی و فارسی دہلی یونیورسٹی کا مطالعہ بہت وسیع ہے، وہ خلفائے راشدین کے فرامین اور سرکاری خطوط کی جمع و ترتیب اور ان کے اردو ترجمہ کا کام عرصہ سے انجام دے رہے تھے، جو پہلے برہان میں اور پھر کتابی صورت میں طبع ہوئے، پہلی کتاب میں حضرت عمر فاروقؓ کے تقریباً سوا پانچسو خطوط و فرامین کا اردو ترجمہ توضیحی تمہید اور ضروری معلومات کے ساتھ درج ہے، یہ خطوط حکام، افسروں، گورنروں، قاضیوں اور سپہ سالاروں وغیرہ کو لکھے گئے تھے، جن سے فاروق اعظمؓ کے مدبرانہ کارناموں، ان کی حیرت انگیز انتظامی قابلیت اور عظیم الشان نظام حکومت کے آئین و اصول کا پوری طرح اندازہ ہوتا ہے، یہ کتاب کا دوسرا اڈیشن ہے جو قدرے اصلاح و ترمیم کے بعد شائع کیا گیا ہے،

دوسری کتاب ڈاکٹر صاحب کا تازہ افادہ ہے، جو حضرت عثمانؓ کے ۱۲۲ سرکاری مکتوبات پر مشتمل ہے، اس کے شروع میں ایک فاضلانہ مقدمہ ہے، اس میں اُس زمانہ کے طریقۂ ضبط و تحریر، خلفائے ثلاثہ کے خطوط پر اجمالی تبصرہ اور حضرت عثمانؓ کے اہم حالات و واقعات اور ان پر الزامات و اعتراضات کا مفصل و محققانہ جواب دیا گیا ہے، یہ حصہ خصوصیت سے بہت مفید اور

رت عثمانؓ کی پاکیزہ زندگی اور کارناموں کا مرقع ہے، لیکن اس بحث میں حضرت علیؓ اور
ان کے حامی بعض اجلۂ صحابہ کے تذکرہ میں حسنِ ادب کا پورا لحاظ نہیں کیا گیا ہے، یہ دونوں
یں اردو کے مذہبی و علمی ذخیرہ میں بیش بہا اضافہ ہیں۔

مبدأ و معاد ۔ تالیف امام ربانی مجدد الف ثانی، ترجمہ مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب
نقشبندی، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، صفحات ۲۲۴، قیمت ۳ روپے
پتہ:- ادارہ مجددیہ، ۲۰۵ ایچ، ناظم آباد نمبر ۳ کراچی نمبر ۱۸

ادارۂ مجددیہ کراچی نے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے رسائل و تصانیف کا
ردو ترجمہ شائع کرنا شروع کیا ہے، یہ رسالہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے، اس میں حضرت مجدد صاحبؒ
مشہور و معرکۃ الآرا تصنیف مبدا و معاد کا جو اکسٹھ متفرق مضامین کا مجموعہ ہے، پہلے فارسی
اور آخر میں اردو ترجمہ ہے، اس میں بیعت و اجازت، سیر و سلوک، آداب طریقت،
ت و اولیا کے فضائل و کمالات، روح، نبوت، کشف، وجود باری، صفات باری، رویت
ت کعبہ اور حقیقت قرآنی وغیرہ کے متعلق مجدد صاحبؒ کے مکاشفات و اشارات درج
ور رسالہ اصلاً سلوک و تصوف کے مضامین پر مشتمل ہے لیکن ضمناً تفسیر، حدیث، فقہ،
م کی بھی لطیف بحثیں آگئی ہیں، لائق و فاضل مترجم نے چار مطبوعہ اور ایک مخطوطہ نسخہ
سے اس کو مرتب کیا ہے، ترجمہ میں ذیلی عنوانات اور بعض مفید حواشی بھی تحریر کیے ہیں،
ہ نہایت اہم مباحث پر مشتمل ہے، لیکن اس کی بحثیں ایسی نازک اور دقیق اسرار و رموز پر
ں ہیں کہ اس کا مطالعہ خواص ہی کے لیے مفید ہوگا۔

رموزِ حیات ۔ مرتبہ پروفیسر سید عبد الماجد صاحب، تقطیع خورد، کاغذ، کتابت
و طباعت بہتر، صفحات ۲۰۲ مجلد مع گرد پوش، قیمت ۵ روپے ۵۰ پیسے۔ پتہ: کتاب منزل، سبز باغ
پٹنہ نمبر ۴ ۔ پاکستان میں:- ۱۰۳ سی پی اور برار سوسائٹی، کراچی نمبر ۵۔

مذکورۂ بالا کتاب پانچ متفرق مضامین کا مجموعہ ہے، پہلے مضمون میں "خواب" کے متعلق
ماہرین نفسیات کی رائیں اور اسلامی نظریات درج ہیں، دوسرے میں مسلمانوں کے عروج
و زوال کی بحث اور انکے موجودہ انحطاط کا اسلامی حل پیش کیا گیا ہے، تیسرا مضمون تصوف کی
لغوی تحقیق اور اصل حقیقت پر مشتمل ہے، چوتھے میں آسمانی دنیا کے بارہ میں سائنسدانوں کے
انکشافات اور ان کی موجودہ پروازوں کا ذکر ہے، اور یہ دکھایا گیا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر
کے کس حد تک مطابق ہے، آخری مضمون "تدبیر منزل" میں عائلی زندگی کو خوشگوار بنانے کے اصول
و رموز تحریر کیے گئے ہیں، اور کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے کے آداب اور شوہر، بیوی،
اولاد، والدین اور نوکروں کے حقوق، ان میں سے ہر ایک کے درجہ و مرتبہ کی تعیین اور انکے
بارہ میں اسلامی ہدایات اور مفید تجربات بیان کیے گئے ہیں، یہ سب مضامین علمی، مذہبی اور
اخلاقی حیثیت سے مفید ہیں۔

یادگار نظر ۔ مرتبہ جناب جگر بریلوی صاحب، متوسط تقطیع، کاغذ، کتابت و طباعت
عمدہ، صفحات ۲۹۶ مجلد مع گرد پوش، قیمت ۶ روپے ۷۵ پیسے، ناشر انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

منشی نوبت رائے نظر اپنے زمانہ کے اردو کے صاحب کمال شاعر و ادیب تھے، نصف صدی
پہلے ان کے ادبی و شعری خدمات کا بڑا چرچا تھا، کوئی قابل ذکر اخبار اور رسالہ انکی منظوم و منثور
نگارشات سے خالی نہیں ہوتا تھا، خدنگ نظر اور ادیب وغیرہ اس دور کے بلند پایہ رسائل
ان کی یادگار ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان کے ساتھ بہت کم اعتنا کیا گیا، اور نئی نسل تو انکو
بالکل بھول چکی ہے، جناب جگر بریلوی نے جو اردو کے نامور شاعر اور ادیب ہیں ان کی نظم اور
نثری مضامین کا یہ مجموعہ شائع کیا ہے، جو غزلیات، نظموں اور ادبی و تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے،
نظر کی اردو شعر و ادب پر وسیع اور گہری نظر تھی، اور ان کا ذوق ادب نہایت بلند اور طرز تحریر

ستہ تھا، اس لیے یہ مجموعہ ان کی بعض تنقیدی رایوں سے قطع نظر ارباب ذوق کیلئے خوان نعمت

ہیں، شروع میں جگر صاحب کے شگفتہ قلم سے نظر کے حالات و کمالات، شاعری، انشاپردازی

تنقید نگاری پر مفصل تبصرہ ہے۔

مضامین لسان الصدق ۔ مرتبہ جناب عبد القوی صاحب دسنوی تقطیع خورد، کاغذ، کتابت

و طباعت بہتر صفحات ۱۰۳، قیمت ۔/۵ پیسہ، پتہ نسیم بکڈپو، لاٹوش روڈ، لکھنؤ۔

مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کی باقاعدہ صحافتی زندگی کا آغاز "لسان الصدق" سے ہوا تھا جو اس زمانہ

رسالوں میں شمار کیا جاتا تھا، اسکی نومبر ۱۹۰۳ء تا جولائی ۱۹۰۵ء کی جلدیں عبد القوی صاحب کے وطن دیسنہ

کتب خانہ اصلاح میں موجود تھیں، انھوں نے بڑی خوش مذاقی کے ساتھ انکی مدد سے مولانا کی تمام تحریروں کو یکجا کر

ور دیباچہ کے ساتھ شائع کر دیا ہے، یہ پانچ حصوں میں منقسم ہے، پہلے حصہ میں رسالہ کے مقاصد سے متعلق

دوسرے میں مضامین، تیسرے میں انتقادی مضامین اور ریویو، چوتھے میں متفرق معلوماتی تحریریں ہیں

میں لسان الصدق کے متعلق اس دور کے اخبار و رسائل کے تبصرے اور رائیں درج ہیں، مقدمہ میں

صدق کے اجراء کے اغراض و مقاصد کا ذکر اور اس کے بارہ میں ضروری معلومات ہیں، یہ کتابچہ

مولانا کے قدر دانوں کی دلچسپی اور مطالعہ کے لائق ہے،

نغمہ اک رباب ۔ مرتبہ جناب حرمت الاکرام صاحب، تقطیع خورد، کاغذ معمولی، کتابت و طباعت بہتر

صفحات ۰۰ مجلد مع گرد پوش، قیمت ۔/۵ پیسہ، پتہ: حلقہ ترویج ادب، رام باغ، مرزاپور (یو، پی)

سید حرمت الاکرام مشہور ترقی پسند شاعر ہیں، اس مجموعہ میں انکی ایک طویل مسدس نظم شامل ہے

و عظیم شہر کلکتہ ہے جہاں مصنف کئی سال تک قیام کر چکے ہیں، اس میں انھوں نے موجودہ کلکتہ کے

ات و تاثرات موزوں کرکے وہاں کے ہر طبقہ کے لوگوں کی زندگی کی جھلک دکھائی ہے، کلکتہ کی رنگینی

کا تاریک اور بدنما پہلو اور وہاں کے امراء کی پرشوکت زندگی کی طرح فاقہ کشوں کے درد و الام

بھی کی گئی ہے،

"ض"

جلد ۱۰۳ ۔ ماہ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۶۹ء ۔ عدد ۵

مضامین